قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربه فصلی (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

جنوری 1993ء

ماہنامہ

المرشد

لاہور

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ - ٹاؤن شپ لاہور

رجب ۱۴۱۳ھ جنوری ۱۹۹۳ء

جلد: ۱۴ شمارہ: ۶

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۶۰۸

ماہنامہ المُرشد لاہور

یکے از مطبوعات :- ادارہ نقشبندیہ، اویسیہ دار العرفان چکوال

فہرست مضامین

اداریہ ایڈیٹر ۳

تکمیل دین حضرت مولانا محمد اکرم اعوان ۴

الاخوان منزل کی طرف تاج رحیم ۱۱

اللہ کے احسانات حضرت مولانا محمد اکرم اعوان ۲۱

اعمال کے نتائج حضرت مولانا محمد اکرم اعوان ۲۸

خطوط ، ۳۷

ازبکستان کرنل ریٹائرڈ عبدالقیوم ۴۳

تاریخی پس منظر امیر الاخوان

بدل اشتراک

فی پرچہ: ۱۲ روپے ششماہی: ۶۵ روپے

چندہ سالانہ: ۱۳۰ روپے تاحیات ۲۰۰۰ روپے

غیر ملکی

سالانہ - تاحیات

سری لنکا، بھارت، بنگلہ دیش ۲۰۰ روپے - ۲۰۰۰ روپے

مشرق وسطیٰ کے ممالک ۵۵ سعودی ریال - ۲۵۰ سعودی ریال

برطانیہ اور یورپ ۱۲ سٹرلنگ پونڈ - ۶۰ سٹرلنگ پونڈ

امریکہ و کینیڈا ۲۵ امریکن ڈالر - ۱۲۵ امریکن ڈالر

پتہ :- ماہنامہ المرشد - اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور، ٹیلیفون لاہور ۸۴۴۹۰۹

ناشر :- پروفیسر حافظ عبدالرزاق، پرنٹرز :- طیب جمال، ریٹی گن روڈ - لاہور

ماہنامہ **المرشد** کے

بانی : حضرت العلّام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمّد اکرم اعوان مدظلہٗ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

نشر و اشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔ اے (عربی) ایم۔ اے (اسلامیات)

ناظم اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

اداریہ

اللہ کریم نے مسلمان قوم کو "کنتم خیر امتہ" کے منصب کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ لیکن یہ احسان یوں نہیں بخش دیا کہ کوئی بھی قوم خود کو مسلمان کہہ دے تو یہ منصب خود بخود اسے عطا ہو جائے گا اس نام کے ساتھ بہت ساری شرائط' اوصاف اور خوبیوں کو وابستہ کر دیا ہے۔ کوئی ماں باپ اپنے بیٹے کا نام جرنیل خان رکھنا چاہیں تو ان کو پورا حق حاصل ہے۔ جرنیل خان بڑا دبنگ نام ہے۔ لیکن یہ نام رکھنے کے ساتھ جرنیلی کا عہدہ نہیں مل سکتا یہ بات تو ہر کس و ناکس کی سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اس عہدے تک پہنچنے کے لیے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ تعلیم اور پھر فوج میں کمیشن ملنے کے بعد بھی تمام عمر سخت محنت اور ٹریننگ سے گزرنا پڑتا ہے۔ عہدوں کی طویل سیڑھی چڑھتے چڑھتے عمر گذر جاتی ہے اپنی شخصیت کو بے شمار خوبیوں اور اوصاف سے سنوارنا پڑتا ہے پھر جا کر کوئی ایک آدھ خوش نصیب اس عہدے پر فائز ہوتا ہے اور فوج اور پوری قوم اسے جرنیل تسلیم کرتی ہے لیکن جرنیل خان کو تو اس کی بیوی بھی جرنیل تسلیم نہیں کرتی۔ بے شک اسے سب ہی جرنیل خان کہہ کر پکاریں گے۔

ہم خود کو مسلمان کہہ دینے سے "کنتم خیر امتہ" نہیں بن جاتے اور اگر ہم اس کے اہل ہی نہیں ہیں تو یہ سارا شور شابا کا ہے کا؟ ہندو بابری مسجد کو ڈھاتا ہے تو ڈھانے دیں۔ کشمیریوں کو مارتا ہے تو مارنے دیں بوسنی یا فلسطینی مر رہے ہیں تو مرنے دیں مسلمان ہی مسلمان کو مار رہا ہے۔ تو مارنے دیں ہمیں اس سے کیا غرض۔ ہم تو جرنیل خان ہیں کوئی جرنیل نہیں۔ جرنیل ہوتے تو بات اور ہوتی۔۔۔۔۔

تاج رحیم

تکمیل دین

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

قرآن حکیم کی یہ آیہ مبارکہ بہت قوت کے ساتھ اور شدت کے ساتھ اس بات کی تعین فرماتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات پر مکمل ہو گیا۔ اس میں کمی بیشی کرنے والا اسلام میں تحریف کرنے والا ہے وہ اسلام کی خدمت نہیں کر رہا نہ اس میں سے کوئی چیز گھٹائی جا سکتی ہے اور نہ اس میں بڑھایا جا سکتا ہے اگر اس میں سے کچھ گھٹے گا تو بھی اسلام نہیں رہے گا اگر اس میں کچھ بڑھا لیں گے تو بھی اسلام نہیں رہے گا اسلام وہی ہے جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہو گیا اور یہ ایک بنیادی بات ضرور یاد رکھی جائے کہ اسلام کا مادہ س ل م سلم یہ سلامتی کا مادہ ہے اسلام کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق کو جس سے بہر طور سلامتی ہی میسر ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو اسلام کو جاننے والا کوئی نہیں تھا ماننا تو دور کی بات ہے۔ سب سے پہلی بات اللہ کا نام بھی لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے سنا اور اللہ کی توحید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پھر اللہ کی کتاب یہ سب کچھ مخلوق نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا اور بہت محدود لوگوں نے اسلام قبول کیا روئے زمین پر کفر پھیلا ہوا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی تباہی اور قتل و غارت کا حکم نہیں دیا بلکہ کفار کی چیرہ دستیوں ان کے ظلم اور ان کے جور اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین جو ان سے ہوتی تھی اس کے سبب اگر آسمانی عذاب بھی کافروں کو ہلاک کرنے کے لیے آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اللہ انہیں ہلاک نہ کر اگر تو چاہتا ہے تو انہیں ہدایت دے۔

آپ کو جو جہاد نظر آتے ہیں اسلام میں انہیں بھی آپ قتل و غارت گری نہ سمجھئے بلکہ اسلام وہ واحد نظریہ حیات ہے جس میں جنگ کا لفظ ہی قومی زندگی سے ختم کر دیا جنگ کا معنی ہوتا ہے مخالف کو شکست دینا مخالف کو کچلنا مخالف کو تباہ کر دینا مخالف کو اس قدر پیس دینا کہ وہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہے اسلام نے مخالف کے ساتھ بھی جنگ کی اجازت نہیں دی جہاد کا حکم دیا جہاد کا معنی ہوتا ہے محنت اور کوشش یہ جہد سے مشتق ہے اس کا مفہوم ہے کہ برائی کو روکنے کے لیے کوشش کی جائے جب وہ برائی رک جائے تو کوئی جھگڑا نہیں عین میدان جہاد میں اگر لڑتا ہوا کافر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے تو

مسلمان کا ہاتھ اس پر نہیں اٹھ سکتا وہ اس پر فائر نہیں کرتا بلکہ اسے سینے سے لگا لیتا ہے تو اسلام کی بنیاد سلامتی پر ہے اسلام کی بنیاد قتل و غارت گری پر نہیں۔

اس جمعۃ المبارک کے چھوٹے سے وقت میں میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ وسیع موضوع جو ہے اسے ہم ہر پہلو سے دیکھ لیں۔ آپ ان غزوات کو دیکھیں اگر جو عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اسی سے زیادہ غذوات و سرایہ ہیں دس سالہ مدنی زندگی میں چوراسی یا بیاسی یا اس کے قریب وہ جہاد ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس شرکت فرمائی یا وہ جہاد ہیں جن پر کسی کو امیر مقرر فرمایا لیکن وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہی کئے گئے ان بیاسی غزوات و سرایا میں مومن شہداء اور کافر مقتول سب کی تعداد جمع کی جائے گی، گیارہ سو کے لگ بھگ بنتی ہے۔ یعنی آپ اندازہ کریں کہ جنگیں اکھو متوں کی ہیں اور بیاسی چوراسی کے قریب جنگیں ہیں لیکن جب مقتولین کو دیکھیں تو گیارہ سو کے قریب تعداد بنتی ہے یعنی بندوں کو قتل کرنا مقصد نہیں تھا بلکہ برائی سے روکنا مقصد تھا حتی کہ سب سے اہم اور سب سے بڑا معرکہ جس نے حق و باطل میں بنیادی تفریق کا پتھر رکھ دیا کہ حق حق ہے اور باطل باطل ہے وہ معرکہ بدر ہے بدر میں جو لوگ قید ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی قتل نہیں کیا جو مکہ کے بدترین کفار تھے اور مدینہ منورہ کے بدترین دشمن تھے ریاست اسلامی کے دشمن تھے دین اسلامی کے دشمن تھے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیہ لیکر فدیہ لے کر اور بعض کو خیرات کے طور پر مفت میں بھی ان کے قتل کا حکم نہیں دیا۔

آپ فتوحات اسلامی کو عہد صحابہ میں دیکھیے تو جزیرہ نمائے عرب مسلمان تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا اور جو ریاست حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو تفویض ہوئی حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت پر اس میں کچھ علاقہ چین کا بھی شامل تھا ہندوستان شامل تھا کابل کا یہ علاقہ اور سمرقند و بخارا سائبیریا تک کا علاقہ شامل تھا ہسپانیہ شامل تھا اور افریقہ شامل تھا آپ دنیا کا نقشہ سامنے رکھ کے اس پہ لائن کھینچئے تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ دنیا کے تین حصے مسلمانوں کے زیر نگیں تھے۔ ان تمام فتوحات میں آپ تاریخ سے نکال کر دکھائیں کہ کسی ایک آدمی کو مسلمانوں نے ظلماً" قتل کیا ہو کسی کافر مورخ سے کوئی حوالہ تلاش کر کے لائیں آپ کو نہیں ملے گا کسی ایک عورت کی عصمت نہیں لوٹی گئی کسی ایک گھر کو نہیں لوٹا گیا جن آدمیوں نے جنگ میں حصہ نہیں لیا کسی ایک آدمی کو تکلیف نہیں دی گئی اور صرف وہ لوگ قتل ہوئے جو میدان کار زار میں لڑتے ہوئے کام آئے کسی قیدی کو قتل نہیں کیا گیا حتی کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لوگ کافر غلام ہو کر قید ہو کر میدان جنگ کے قیدی بن کر مدینہ منورہ میں آئے انہیں کسی نے ان کی کافرانہ عبادتوں سے نہیں روکا اگر وہ بت پوجتے تھے تو وہ وہاں بھی بت پوجتے رہے اگر آگ کی پوجا کرتے تھے تو وہاں بھی کرتے رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع کر دیا کسی کے مذہب میں کوئی مداخلت

نہیں کی جائے گی۔ اس لیے کہ اسلام سلامتی کا مذہب ہے اور اگر کوئی کسی بھی طرز حیات پر زندہ رہنا چاہتا ہے تو اسے اسلام زندہ رہنے کا حق دیتا ہے اسلام میں کافر کا مال لوٹنا حرام ہے کافر کی آبرو لوٹنا حرام ہے اسی طرح کافر کو قتل کرنا بھی حرام ہے یہ کوئی عبادت نہیں۔

اللہ کریم نے دو حق ہر انسان کو دے دیے ہیں ایک زندہ رہنے کا کہ بغیر اللہ کے حکم سے اس کی جان کوئی نہیں لے سکتا دوسرا عقیدہ اختیار کرنے کا جو اس کا جی چاہے وہ عقیدہ اپنا لے اسے اللہ کے حضور جواب دینا ہے۔ اللہ کریم خود اس سے حساب کر لے گا میں اور آپ کسی پر زبردستی عقیدہ مسلط کرنے کے مکلف نہیں ہیں۔ قرآن حکیم خود نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے اور یہ ارشادات تعلیم امت کے لیے ہوتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مکلف ہیں اس سے دوسرے کسی کو استثنا نہیں ہے سارے امتی بدرجہ اولیٰ مکلف ہیں فرمایا **لست علیھم بمصیطر** ۔ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر کوئی تھانیدار یا داروغہ نہیں مسلط کیا کہ آپ ڈنڈا سوٹا مار کر کلمہ پڑھائیں نہیں۔

انما انت مذکر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام میری بات پہنچا دینا ہے آپ نصیحت پہنچانے والے ہیں۔ **لست علیھم بمصیطر** آپ ان پر داروغہ مقرر نہیں کیے گئے کہ انہیں زبردستی اسلام کی طرف لائیں۔

یہ مخلوق میری ہے ان سب کو واپس میرے پاس آنا ہے **ثم انا علینا حسابھم** اور میں خود ان سے اپنا حساب لے لوں گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حق بات ان تک پہنچا دیں پھر وہ مانتے ہیں تو بھی۔ نہیں قبول کرتے تو بھی یہ حساب ان سے میں کروں گا ان سب کو پلٹ کر میرے پاس آنا ہے۔

یہ میں نے آپ کو ساری تاریخ اجمالی طور پر اس لیے بتائی ہے قرآن کے اعتبار سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے اعتبار و سنت کے اعتبار سے صحابہ کے عمل کے اعتبار سے اور بعد کے نیک مسلمان حکمرانوں کو دیکھ لیجیے کہ جب عیسائیوں نے بیت المقدس فتح کیا یہی بیت المقدس جب عیسائیوں نے فتح کیا اتنا قتل کیا گیا مسلمانوں کو، مسجدیں بھی معاف نہ کی گئیں حتیٰ کہ بیت المقدس کی مسجد میں بھی قتل کیے گئے اور کوئی قلیل پورے بھرے شہر سے محدود چند لوگ جان بچا کر نکل سکے سارے کا سارا شہر تہہ تیغ کر دیا گیا سارا مال لوٹ لیا گیا اور اتنا ظلم ہوا کہ گلیاں خون کی بھر کر بہی تھیں انہی لوگوں سے جب مسلمانوں نے واپس لیا اور جب مسلمانوں نے قبضہ کیا تو مسلمانوں نے یہ کہہ دیا کہ جو شہر میں رہنا چاہے اسے جزیہ دینا ہو گا اور جو شہر چھوڑنا چاہے اس کی عزت اس کا مال محفوظ ہے وہ اپنا مال اٹھا لے اپنے بچوں کو ساتھ لے اور شہر سے نکل جائے اور عیسائیوں نے اپنے اونٹوں پر سارا سامان سونا چاندی گھر کے برتن بستر حتیٰ کہ تاریخ میں ملتا ہے کہ مکانوں کے دروازے بھی اکھیڑ کر لاد کر لے گئے جن کے پاس وہ لاد کر لے جانے کے لیے کوئی جانور موجود تھا انہوں نے گھروں کے دروازے اور کھڑکیاں تک اکھیڑ لیں لے گئے وہ قتل عام جو ہوا وہ کافر کا شیوہ تھا یہ سلامتی جو انسانیت کو ملی یہ اسلام کی ادا تھی۔ یعنی ہو تو یہ

بھی سکتا تھا کہ وہی لوگ تھے جنہوں نے مسلمانوں کو ظلماً" قتل کیا تھا تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی کہہ سکتے تھے تم نے قتل عام کیا ہم بھی قتل عام کریں گے لیکن ایسے نہیں کیا صرف صحابہ نہیں بعد میں پھر عیسائیوں کے قبضے میں چلا گیا اور صلاح الدین ایوبی رحمتہ اللہ تعالیٰ عنہ نے مثالی معرکے سر کر کے پھر بیت المقدس کو آزاد کرایا تو وہ تاریخ بھی بتاتی ہے عیسائیوں نے جب چھینا پھر قتل عام کیا لیکن صلاح الدین ایوبی رحمتہ اللہ علیہ نے جب واپس لیا تو کوئی قتل عام نہیں ہوا۔ چونکہ اسلام سلامتی کا مذہب ہے سلامتی ہی پہنچاتا ہے ہر نفس تک اور یہ آج کے لوگوں کو غلط فہمی ہو گئی ہے کہ صحابہ نے کیسے اسلام پہنچایا آپ صحابہ کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کیجئے تو ان میں سے پانچ دس افراد کسی ملک میں جا کر بس گئے تو ان کی زندگی اتنی خوبصورت تھی کہ انہیں دیکھ کر لوگ مسلمان ہوتے چلے گئے ان کی تبلیغ میری اور آپ کی طرح زبانی کم اور عملی زیادہ تھی ان کے ساتھ کسی نے لین دین کیا تو وہ لین دین کے کھرے تھے عزت دار تھے شریف تھے نیک تھے صالح تھے امین تھے سچے تھے اور خوبصورت زندگیاں تھیں ان کی اللہ کے حکم کے مطابق تو جس کسی نے دیکھا اس نے اسلام اس لیے قبول کیا کہ اسلام ایک خوبصورت زندگی کا نام ہے۔

اور آج محرم کی آمد آمد ہے اور اب تو خیر سارا سال ہی محرم ہو گیا ہے لیکن ہماری یہ بدقسمتی ہے کہ کئی گزشتہ کئی سالوں سے جب محرم آتا ہے تو جگہ جگہ پولیس اور فوج متعین ہو جاتی ہے کیوں جی کہ لوگ آپس میں لڑیں گے کیوں لڑیں گے آپس میں کیا تک بنتی ہیں ایک شخص شیعہ ہو گیا ہے جی اسے قتل کر دیا جائے دوسرا کہتا ہے سنی ہو گیا ہے اسے قتل کر دیا جائے یہ اہل حدیث ہے اسے قتل کر دیا جائے یہ غیر مقلد ہے اسے قتل کر دیا جائے لیکن کیا یہ سارے واجب القتل لوگ اسی ملک میں بستے ہیں یا آپ نے کبھی اس ملک سے باہر بھی دیکھا آپ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھیں بے شمار ممالک میں سرے سے کافر آباد ہیں آپ ان سب کو قتل کر دیں گے؟ آپ وہ رشیہ کے ایک سرے سے لے کر سارا چائنہ گزرتے ہوئے جاپان تک چلے جایئے تو یہ سارے لوگ دہریے ہیں ان میں خدا کا کوئی تصور ہی نہیں یعنی کسی طرح کے کوئی خدا کا یا خدا کے معبود ہونے کا Concept ہی نہیں تو کیا آپ ان سب کو قتل کر دیں گے۔ آپ مغرب میں چلے جایئے تو جیسے آپ مڈل ایسٹ سے آگے نکلتے ہیں تو کیا ہوا چند چند گھرانے مسلمانوں کے بھی ہوں ملکوں کے ملک یہودی ہیں عیسائی ہیں یا پھر بے دین ہیں یہودی ہیں نہ عیسائی ہیں نہ ان کا کوئی مذہب ہے تو کیا آپ ان سب لوگوں کو بھی آپ قتل کر دیں گے صرف یہ جو دس پانچ مولوی یا دس پانچ ساتھ ان کے شاگرد ہیں ان سے دنیا آباد رہے گی یہ تو اسلام نہیں ہے۔

عین حالت جنگ میں بھی میدان جہاد میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ ہزار کافر کو بحالت کفر قتل کرنے سے ایک کافر کو مسلمان بنا لینا اللہ کو زیادہ پسند ہے اگر کسی ایک بندے کو آپ دوزخ سے بچا سکیں اسے قائل کر سکیں اسے سمجھا سکیں تو ہزار کافر کو بحالت کفر قتل کرنے سے ایک شخص تک اسلام پہنچانا اور اسے مسلمان بنانا

زیادہ افضل ہے تو پھر یہ کس نے اجازت دی ہے کہ ایک ہی جگہ ایک ہی ملک میں رہتے ہوئے عقائد مختلف سہی لیکن شہری تو کم از کم سارے ایک ملک کے ہیں جینا مرنا تو سب کو اس ملک کی سرحدوں کے ساتھ ہے مہنگائی ہوتی ہے تو سب کو متاثر کرتی ہے بے انصافی ہوتی ہے تو سب کو متاثر کرتی ہے امن ہوتا ہے ملک میں تو سب کے حصے میں آتا ہے انصاف ہوتا ہے تو سب کو ملتا ہے وہ چیزیں جو ہم سب میں مشترک ہیں انہیں تباہ کرنے کی کیا ضرورت ہے اور پھر یہ قتل کرنے کا بھی نیا انداز ہے اس مولوی کو قتل کردو یہ شیعہ ہے اس پیر کو گولی مار دو یہ سنی ہے اورمزے کی بات یہ ہے کہ اسے جہاد کا اور اسے ثواب کا کام سمجھا جا رہا ہے میرے بھائی!

کسی بھی شخص کو قتل کرنا کسی ادارے یا کسی گورنمنٹ یا کسی نظام کا کام ہے میرا اور آپ کا نہیں اگر شخص واجب القتل ہے بھی تو آپ عدالت کو قائل کر سکتے ہیں کہ اسے پھانسی لگانا چاہیے آپ اسے قتل نہیں کر سکتے آپ اپنے ملکی قانون میں دیکھ لیجئے ایک شخص آپ کے سامنے قتل کرتا ہے آپ اسے قتل کر دیں تو آپ کو قاتل ٹھہرایا جائے گا انصاف کا نام کوئی نہیں دے گا آپ چالان ہوں گے آپ کورٹ جائیں گے اور وہ آپ کو ہینگ کریں گے پھانسی لگا دیں گے کہ آپ نے قتل کیا ہے آپ کی یہ دلیل کوئی نہیں سنے گا کہ اس آدمی نے قتل کیا تھا اس لیے میں نے اسے قتل کر دیا وہ کہیں گے اگر اس نے قتل کیا تھا تو آپ اس کے خلاف شکایت کرتے شہادت دیتے اسے حکومت پھانسی پر لٹکاتی آپ کو تو اختیار نہیں تھا آپ نے قتل کیا تو آپ بھی قاتل ٹھہرے۔ یعنہ یہ قانون دین میں بھی ہے جن پر فتوے دے دیے جاتے ہیں ناکہ فلاں واجب القتل ہے.وہ فتویٰ دینے والا اس کے قتل کا مجاز نہیں ہے وہ حکومت ذمہ دار ہے اگر کوئی شخص ملک میں رہتا ہے کہ اسے قتل ہونا چاہیے تو وہ ذمہ داری حکومت کی ہے کہ وہ تلاش کرے وہ شہادت جمع کرے یہ ثابت کرے کہ اسے قتل ہونا چاہیے اور پھر اسے حکومت سولی پہ لٹکائے قتل کرے میں اور آپ مجاز تو نہیں۔

اور قتل و غارت گری سے کوئی آپ کی بات مانے گا بھی نہیں اور یہ کوئی دینی خدمت بھی نہیں ہے لوگوں نے سستی شہرت کے لیے اور چندے پر عیش کرنے کے لیے لوگوں سے پیسے جمع کرنے کے لیے مختلف تنظیمیں بنا لی ہیں ان میں عمل نام کو نہیں ہے عقیدے کی اصلاح کی فکر کسی کو نہیں ہے اور قتل و غارت گری پہ جنت تقسیم ہو رہی ہے یاد رکھیں جنت سلامتی کے راستے کا نام ہے تباہی بربادی قتل و غارت اور ملک کو اجاڑنے کا نام نہیں ہے مسلمان جہاں کہیں ایک بھی بستا ہو وہ اس جگہ کو نخلستان بنائے رکھتا ہے مسلمان کامفہوم ہے کہ وہ صحرا میں کسی چشمے کی مانند ہو جہاں ایک مسلمان بھی ہو وہاں سبزہ ہو سکون ہو آبادی ہو کسی کے لیے آسائش کا کوئی لمحہ ہو اور اگر چشموں سے ہی شعلے بھڑکنے شروع ہو جائیں تو آرام کا تصور آپ کے پاس دنیا میں کب رہ جاتا ہے کوئی مذہبی تنظیم اگر کسی کو قتل کرنے کا حکم دیتی ہے تو اس کے پاس اس کی کوئی شرعی دلیل نہیں اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں اور قتل کرنے والا ویسا ہی قاتل ہے جیسا ایک ڈاکو قاتل ہے اور کسی ثواب کی امید مت رکھیے گا۔ آپ شیعہ

کو قتل کریں یا مرزائی کو قتل کریں یا یہودی کو قتل کر دیں یا عیسائی کو قتل کریں وہ انسان کا قتل ہو گا بہرحال اور آپ کو اللہ کے حضور اس کا جواب دینا ہو گا کہ آپ نے کیوں قتل کیا چونکہ اسلام نے لوگوں کی گردنیں کاٹ کر ان سے اسلام منوانے کا حکم کبھی نہیں دیا

کیا آپ یہ نہیں سوچتے کہ

جس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے قتل کا حکم نہیں دیا وہ مکے کے سرکردہ لوگ جو اسلام کے شدید ترین دشمن جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت پہ مجبور کیا جو مدینہ پر حملہ آور ہوئے، اور بدر کے میدان میں مقابلے میں تھے ان میں سے بھی کسی ایک کو قتل نہیں کیا گیا۔ آج اگر کوئی شخص اپنا عقیدہ بدل لیتا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ اس کا عقیدہ غلط ہو گیا آپ کے پاس اگر صحیح عقیدہ ہے تو آپ اس شخص سے اتنی محبت کریں کہ آپ اسے عقیدہ سمجھا سکیں اگر آپ کسی کو مسلمان بنانا چاہتے ہیں تو آپ اس کی بہتری چاہتے ہیں یا دشمنی کرنا چاہتے ہیں اگر ایک شخص کفر کی دلدل میں، پھنسا ہوا ہے ایک شخص کا عقیدہ خراب ہو گیا ہے تو آپ اس سے محبت کرنا چاہتے ہیں اسے سلامتی کی طرف لانا چاہتے ہیں یا آپ اس سے دشمنی کریں گے لے تو سلامتی کی طرف، لائیں گے تو اسلام تو محبت کا راستہ ہے خود نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے۔

عزیزٌ علیہ ما عنتّم کہ میرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم سے محبت کرتا ہے اس درجہ محبت کرتا ہے کہ اگر تمہیں تکلیف ہوتی ہے تو اس کے دل پر دکھ بن کر ٹوٹتی ہے عزیزٌ علیہ اسے دکھ لگتا ہے ما عنتم جو تکلیف تمہیں پہنچتی ہے اس کا دکھ اسے لگتا ہے تم سے اتنی محبت کرتا ہے حریصٌ علیکم ۔ تمہارے معاملے میں حرص کی حد تک چلا جاتا ہے کہ تم اللہ کی رحمت کو پالو اس سے محروم نہ رہو اور یہ معاملہ اس کا ہر انسان کے ساتھ ہے خواہ وہ کافر بھی ہے اور جسے ایمان نصیب ہو جائے **وبالمؤمنین رئوف رحیم**○ اور مومنوں کے ساتھ تو وہ در گذر کرنے والا اور مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

تو اسلام تو سلامتی کا راستہ ہے اگر آپ سے ہو سکتا ہے اگر آپ سمجھتے ہیں آپ کا کوئی دوست آپ کا کوئی پڑوسی آپ کی کوئی بات سننے والا غلط راستے پر جا رہا ہے تو اس سے پیار کریں اسے یہ اعتماد ہو کہ یہ شخص مجھ سے محبت کرتا ہے میری بہتری چاہتا ہے، پھر وہ آپ کی بات سنے گا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ یہ لوگ جو دوسروں کو اسلام کی طرف بلانا چاہتے ہیں جب ان کا خود اپنا کردار ڈاکوؤں کی طرح کا ہوتا ہے تو دوسرے کو مسلمان کیسے بنائیں گے کوئی شخص جو کسی راہ چلتے آدمی کو قتل کر سکتا ہے کوئی شخص جو کسی گھر کی رونق اجاڑنے میں دیر نہیں کرتا کوئی شخص جسے کسی کے معصوم بچوں بوڑھے والدین کسی کی جوان بیوہ کا خیال نہیں آتا اور بلا تکلف کسی کو قتل کر دیتا ہے وہ دوسرے کو اسلام کی دعوت دے گا اس کا اپنا کردار اسلام کے سراسر خلاف ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے ایک صحابی آیا ان کے کرتے کے بازو کھلے ہوئے تھے اس بازو میں اس نے کسی پرندے کے دو بچے اٹھا رکھے تھے تو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو

دکھائے کہ دیکھیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کتنے خوبصورت ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہاں سے لئے جنگل سے اٹھا لایا ہوں بھئی یہ تو درست نہیں ہیں میں نے سمجھا تو نے کوئی گھر میں پرندہ پال رکھا ہے اور اس کے بچے چراتے پھر رہے ہیں جنگل سے لے آئے ہو تو اس کی ماں تو بڑی بے قرار ہو گی اور تمہیں کوئی حق حاصل نہیں اسے پریشان کرنے کا واپس جاؤ جہاں سے لئے ہیں انہیں رکھ کر آؤ تو وہ چڑیا یا جس پرندے کے وہ بچے تھے وہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس بھجوایا اور وہ شخص رکھ کر آیا اسلام تو اسی بات کا نام ہے کہ جس جانور سے آپ کام لیتے ہیں شرعاً جائز نہیں کہ اس پر آپ اس کی ہمت سے زیادہ بوجھ ڈالیں یا اس کی ضرورت سے کم چارہ اسے دیں اسلام اس بات کا بھی حساب کرتا ہے کہ جس گھوڑے کو تانگے میں جوتا ہے جس بیل سے ہل چلایا ہے جس جانور سے مزدوری لی ہے اس کا کھانا بھی اتنا ہو جتنا اس کے لیے ضروری ہے اور اسے آرام بھی اتنا دو جتنا اس کے لیے ضروری ہے اس کے ساتھ زیادتی نہ کرو۔

آپ انسانوں کو اتنا سستا اور اتنا عام لیتے ہیں کہ روزانہ قتل و غارت ہو رہی ہیں تباہی ہو رہی ہے شہروں کے شہر جل جاتے ہیں اب کسی غریب کی دکان جل گئی کسی کی بس جل گئی کسی کا تانگہ ٹوٹ گیا۔ یہ سارا اسلام ہے سڑکوں پر لاشے تڑپ رہے ہیں کوئی پتہ نہیں مار (کون گیا ہے)۔

داخلہ برائے آٹھویں جماعت

صفارہ اکیڈمی دارالعرفان چکوال

تحریری امتحان — ۱۴ جنوری ۱۹۹۳ء

انٹرویو — ۱۵ جنوری ۱۹۹۳ء

امیدوار اگر ۱۳ جنوری نمازِ عشاء تک پہنچ جائیں تو اُن کے رات قیام کا بندوبست ہوگا۔ البتہ سردی کا بستر اپنا ضرور لیتے آئیں۔ یہاں آج کل ۳ درجے سنٹی گریڈ تک ٹمپریچر رہتا ہے۔

پرنسپل صفارہ اکیڈمی

الاخوان

منزل کی طرف

تاج رحیم

پاکستان کا مطلب کیا؟

1947ء میں تقسیم ہند کے وقت مسلمانوں کے گھر بار لٹے' کاروبار لٹے' عزتیں لٹ گئیں' لاکھوں افراد زخمی اور معذور ہوئے۔ بے شمار بچے یتیم اور بے سہارا ہو گئے۔ ایک اندازے کے مطابق دو لاکھ مسلمان تہہ تیغ ہو گئے۔ کس لیے؟ پاکستان کی خاطر؟

○ کیا پاکستان اس لیے بنا کہ انگریز کا نظام' انگریز کا طرز حکومت' انگریز کی دفتر شاہی' انگریز کے قوانین کو ہی جاری رکھا جائے اور ان کی حفاظت کی جائے؟

○ کیا پاکستان اس لیے بنا کہ انگریز سرکار اپنے وطن' اپنے گھر بیٹھ کر ہماری نکیل پکڑے رکھے۔ اپنے سے کم تر درجے کے لوگ ہم پر حکمران بنا کر ہمارے دین و ایمان کو بگاڑتے رہیں۔ ہمیں فرقوں' گروہوں اور قومیتوں میں تقسیم کرتے اور لڑاتے مرواتے رہیں۔

○ کیا پاکستان اس لیے بنا کہ ہم سدا گوری سرکار کے در کے سوالی بنے رہیں۔ کاسۂ گدائی اٹھائے خیرات کے نام پر سود در سود قرضے مانگتے رہیں۔ تاکہ ان کے ایجنٹ اور کارندے جو ہم پر حکمران چلے آ رہے ہیں ان کی عیاشیوں اور شاہ خرچیوں کے لیے آمدن قائم رہے اور پاکستان کے بارہ کروڑ عوام یہود کے سود تلے دبے رہیں اور اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کو یہ بوجھ منتقل کرتے رہیں۔

○ کیا پاکستان اس لیے بنا کہ مسلمان ہی مسلمان کی گردن کاٹے۔ بموں کے دھماکے کر کے زندگی کو لاشوں میں تبدیل کریں۔ ہمارے نوجوانوں کے ہاتھوں میں کلاشنکوف پکڑا کر بھرے بازاروں اور تعلیمی اداروں کو مقتل بنا دیا جائے؟ دن دھاڑے ڈاکے پڑتے رہیں۔ سر بازار مسلمان ہی مسلمان ماں بہنوں کی عزت لوٹیں' خاندان کے خاندان اپنے گھر کے اندر ہی ذبح کر دیئے جائیں اور قاتل کو کوئی پوچھنے والا ہی نہ ہو۔ جو شہریوں کے جان و مال اور عزت کے محافظ ہیں وہ ڈاکوؤں اور قاتلوں کی حفاظت پر مامور ہوں ارے یہ کام تو انگریز بھی کر سکتا تھا مگر اس نے تو نہیں کیا۔

○ سرکاری محکموں میں رشوت خوری کی کھلم کھلا دھاندلی مچی ہوئی ہے اور بد عنوان اہل کاروں نے قومی وسائل کا کیا حشر کر رکھا ہے ظلم کے خلاف انصاف و عدل کا ہر دروازہ بند ہو چکا ہے جسے کوئی مظلوم کھٹکھٹا نہیں سکتا۔

○ پاکستان صرف ۴۵ سال کی مختصر زندگی رکھتا ہے

لیکن یہاں دنیا کا ہر ازم' ہر نظام آزمایا جا چکا ہے۔ سوائے اس نظام کے جس کی خاطر یہ بنا۔ جمہوریت آئی۔ جمہوریت گئی تو مارشل لا آیا۔ پھر مارشل مردہ باد اور سوشلزم زندہ باد ہو گیا۔ کچھ لنگڑا لولا نظام چل رہا تھا۔ سوشلزم نے پاکستان کے پورے نظام حیات کا ہی بٹھہ بٹھا دیا۔ ملک دو ٹکڑے ہوا مسلمان نے مسلمان کا خوب خون بہایا۔ ہندو نے بھی مسلمان کا خون بہانے میں مسلمان کا خوب ساتھ دیا۔

○ پھر اسلامی مارشل لا آ گیا۔ اس دور میں بھی مسلمان نے مسلمان پر مختلف قومیت کے لیبل لگا کر قتل کیا اور قتل ہوا یہ ڈرامہ جاری تھا کہ اسلامی مارشل لاء کا بانی بھی سازشوں کا شکار ہو گیا اور ہمارا نیا نظام حکومت برسوں گذر جانے کے باوجود اس کے قاتل کا سراغ نہ لگا سکا۔

○ جمہوریت کا تجربہ ایک بار پھر شروع ہوا مغرب کی رہنے والی' انگریز کی نگری میں پلی بڑھی اور پڑھی' حکمرانی کرنے کے لیے نقل مکانی کر کے پاکستان آئیں اور اس جمہوری ملک کی سربراہ بنا دی گئیں۔ قوم کو تو کیا اپنا سمجھتی' قوم کے خزانے کو اپنا سمجھا' خوب جی بھر کر لوٹا' رشتہ داروں عزیزوں کو سیر کیا' دوستوں' حواریوں کی جی بھر کر مدد کی۔ جمہوریت کی فطرت میں رسہ کشی کا وصف ہے۔ خوب رسہ کشی ہوئی۔ جمہور کے نمائندوں کی گھوڑا منڈی سج گئی بڑھ چڑھ کر بولیاں لگیں ایک ایک نمائندہ کروڑوں میں بکا۔ قوم کا خزانہ اسی مقصد کے لیے تو ہوتا ہے۔

○ دین مغرب ---- جمہوریت ---- صدر سے لے کر اخبارات تک' سب ہی اس کے پجاری ہیں۔ اس کے قصیدے پڑھتے ہیں۔ اس میں عوام بکتے ہیں وزارتیں بکتی ہیں وزیراعظم بکتے ہیں۔ اس کی بقا کے لیے وطن بھی بکتا ہے اور دین بھی بکتا ہے۔ یار لوگوں نے جمہوریت کو بھی مسلمان کر دیا اور یوں اسلامی جمہوریت کا ڈرامہ شروع ہو گیا کئی اسلامی پارٹیاں بھی اس کے گیسو کی اسیر ہوئیں۔ اسلامی جمہوریت کی خوب آؤ بھگت کی' شریعت بل بنوایا' پاس کروایا' اور داخل دفتر کروا کر اس عظیم فریضے سے فارغ ہو گئے۔

○ غریب کی عزت اسی طرح لٹ رہی ہے۔ ڈاکے اسی طرح پڑ رہے ہیں قتل اسی طرح ہو رہے ہیں۔ رشوت اور بدعنوانی کی بہار ہے۔ اسی فیصد سے زیادہ عوام تعلیم کو ترس گئی۔ سکول' کالج میں داخلے کو ترس گئی۔ روزگار کو ترس گئی۔ سر چھپانے کے لیے مکان کو ترس گئی۔ پینے کے لیے صاف پانی کو ترس گئی۔ گلی کوچوں میں گندے پانی اور غلاظت کی صفائی کو ترس گئی۔ لیکن ہمارے ایم این اے اور ایم پی اے حضرات کبھی پیپلز پروگرام' کبھی تعمیر وطن پروگرام کے نام لاکھوں کروڑوں روپے بخشش میں وصول کر لیتے ہیں۔ کوئی شہری اپنے گھر کے اندر محفوظ نہیں مگر ایک ایک حکمران کی حفاظت کے لیے ہزاروں پر مشتمل سیکورٹی فورسز قائم ہیں۔

رسہ کشی جاری ہے۔ لانگ مارچ بھی ہوتے ہیں شارٹ مارچ بھی۔ روز روز کی بے مقصد ہڑتالیں' جلسے جلوس بھی جاری ہیں۔ اسی نظام کو قائم رکھنے کی خاطر ہماری معاشی اور اقتصادی حالت کی قربانی بھی جاری ہے۔

تقسیم ہند کے وقت توحید کے علمبرداروں نے

نعرہ لگایا کہ

پاکستان کا مطلب کیا — لا الہ الا اللہ

اور پھر قوم نے یہ نعرہ لگا کر پاکستان حاصل کر لیا۔ پاکستان تو بن گیا لیکن پوری قوم لا الہ الا اللہ پڑھنا بھول گئی۔ شاید اس لیے کہ بیچاری قوم ان پڑھ تھی۔ مشکل سے لا الہ یاد کیا۔ الا اللہ تک پہنچ ہی نہ سکی۔

اسلامی مملکت کی تحریک تو ۱۸۵۶ء سے بہت پہلے شروع ہو چکی تھی۔ تحریک خلافت اور تحریک ریشمی رومال جیسی تحریکوں نے بھی اس کی بنیادیں بھریں۔ کئی مسلمان رہنماؤں' سینکڑوں علماء اور ہزاروں مجاہدین نے اس تحریک کو سو سال تک اپنے خون سے سینچا۔ جن کے وجود آج کے پاکستان کی بنیادوں میں دفن ہیں۔ پاکستان بن گیا۔ جن رہنماؤں کو پاکستان بنانے کی سعادت اپنی زندگی میں نصیب ہوئی ان کو کسی نے زندہ رہنے اور ملک کو کسی راستے پر ڈالنے کا موقعہ نہیں دیا۔ یوں پاکستان حالت یتیمی میں لٹیروں کے ہتھے چڑھ گیا۔

یہ پاکستان کی زندگی کے خدوخال ہیں۔ ورنہ مسلمانوں کی حالت کا مشاہدہ تو دنیا کے کسی خطے' کسی ملک میں کیا جا سکتا ہے۔ وہ بوسنیا ہے' یا ہندوستان' اریٹریا ہے یا صومالیہ' عراق ہے یا لبنان فلسطین ہے یا کشمیر۔ امیر عرب بھی یہودیوں کی پناہ میں ہیں۔ کون امن میں ہے؟ کس مسلمان کی عزت کہاں پر محفوظ ہے؟ کونسا مسلمان ملک امریکہ اور یہود کی دست برد سے آزاد ہے؟

ذلت کی بھی ایک حد ہوتی ہے اور دنیا بھر میں مسلمان اس حد کو پار کر چکے ہیں۔

آخری پناہ ---- اسلام

برصغیر ہندو پاک میں گزشتہ بارہ صدیوں کے حالات' اسلامی تحریکوں اور بین الاقوامی طاغوتی طاقتوں کے ساتھ تصادم کے واقعات یہی بتاتے ہیں کہ عوام الناس بنیادی طور پر اسلام ہی سے وابستہ رہے ہیں۔ لیکن اسلام کے متعلق ان کا علم سمجھ اور عمل کا دائرہ اسلام کے وسیع' جامع اور محرک عمل سے ہٹ کر قرآن و حدیث کی صرف ان چند ترجمہ شدہ تاویلوں پر ہی محدود ہوتا ہے جو ان کو سلاطین' حکمران' وقت پرست علماء' انگریز کے کارکنان اقتدار اور خاندانی بزرگ جیسے درمیانی واسطے پہنچاتے رہے۔ یوں غلط نظریات' خیالات اور شکوک سینہ بہ سینہ صدیوں سے چلے آ رہے ہیں جس نے اسلام کو حقیقی اور پریکٹیکل دین کی بجائے پابندیوں کے مذہب کے طور پر عوام الناس کے ذہنوں میں بٹھا دیا۔ اس طرح مسلمانوں کے ذہن میں یہ غلط تصور جڑیں پکڑ گیا کہ اسلام میں ہر بات' ہر حرکت ہر عمل پر پابندی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں ایسی کوئی بات نہیں۔ اسلام ہر انسان کے لیے ہے وہ انسان کی زندگی کو آسان بناتا ہے۔ انسان کی اپنی بنائی ہوئی پابندیوں سے اسے آزادی دلاتا ہے۔ اسلام ایک وسیع دین ہے فطرت کے عین مطابق ہے۔ اس میں کسی فطری عمل پر کوئی پابندی نہیں۔ البتہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کام کو کرنے کا ایک خوبصورت مفید' آسان اور فطری طریقہ سکھایا ہے۔ اللہ نے کمانے پر پابندی نہیں لگائی' کاروبار پر پابندی نہیں لگائی'

ملازمت پر پابندی نہیں لگائی۔ شادی کرنے سے نہیں روکا' بچے پیدا کرنے پر پابندی نہیں' تعلقات' رشتہ داری اور دوستی سے نہیں روکا۔ اچھا گھر بنانے' اچھی موٹر کار خریدنے سے نہیں روکا۔ اچھے لباس پر پابندی نہیں لگائی۔ ہر کام کرنے کا ایسا سلیقہ بتایا جس سے انسان کی اپنی ذات کو تو فائدہ' آرام اور سکون پہنچے لیکن کسی دوسرے انسان کو اس سے تکلیف نہ پہنچے' کسی کا حق نہ مارا جائے معاشرے میں فساد پیدا نہ ہونے پائے اور پھر انسان کے ہر ایسے عمل کو عبادت کا درجہ عطا فرما دیا۔ اب یہ فیصلہ ہر انسان کا اپنا ہے کہ وہ اللہ کے بتائے ہوئے خوبصورت طریقے سے کسی کام کو سرانجام دے یا کسی دوسرے انسان کے بتائے ہوئے طریقے سے۔ اس نظر سے اسلام کو دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ اسلام پابندیوں کا مذہب نہیں بلکہ انسان کے لیے آزادی کا دین ہے۔ رسم و رواج کی بے جا اور غلط پابندیوں سے آزادی' ظالم کے ظلم سے آزادی' بے انصافیوں سے آزادی' رشوتوں سے آزادی' قاتلوں' چوروں اور ڈاکوؤں سے آزادی' عزت کے لٹیروں سے آزادی۔ اسلام جس میں عدل و انصاف ہے۔ امن ہے' سکون ہے تحفظ ہے' مساوات ہے۔ معاشی خوشحالی ہے' معاشرتی آسانیاں اور خوشیاں ہیں۔

اسلام کو مغرب والوں کی نظر سے مت دیکھئے۔ یہود کی نظر سے مت دیکھئے انسان کی نظر سے دیکھئے۔ اپنی نظر سے دیکھئے۔ لاؤڈ سپیکر کی گونج میں تلاش کرنے کی بجائے اپنے دل میں جھانک کر تلاش کیجئے دور حاضر کے خطیب کے من پسند موضوعات' قہرو غضب، جہنم کے شعلوں میں جلتے جسم' ایسے اور کئی خوفناک مناظر' میں اللہ کو ڈھونڈنے کی بجائے مسلمان کے قلب کی گہرائیوں میں ڈھونڈیئے۔ اسلام کا اللہ تو بہت ہی رحیم ہے بہت ہی کریم ہے۔ سراپا محبت ہے۔ پیار کرنے والا ہے۔ انسان اس کا ایک شاہکار تخلیق ہے وہ اپنی اس تخلیق کو پھولتا پھلتا' ہنستا کھیلتا' اور خوش دیکھنا چاہتا ہے اسی لیے اللہ نے اپنی مخلوق کی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے اپنا بہترین اور پسندیدہ نظام "اسلام" دیا۔

اسلام ایک پاکیزگی' ایک خوبصوتی' ایک حسن کا نام ہے۔ اسلام میں اخوت ہے' امن ہے' سکون ہے' خوشی ہے۔ اسلام میں منافقت نہیں' جھوٹ نہیں' دھوکہ نہیں' فریب نہیں۔ اس میں محبت ہے' پیار ہے' سچائی ہے' خوشیاں ہیں' اسلام تو نوع انسان کے لیے آزادی کا پیغام ہے۔ اسلام تو ایک سدا بہار گلستان ہے۔ جہاں سے آنے والی خوشبو فرحت بخشتی ہے۔ جس کا وجود زندگی بخشتا ہے۔ جس میں رہ کر ہمارے روز مرہ کے چھوٹے چھوٹے معمولات بھی عبادت کا درجہ پالیتے ہیں جس پر عمل سے قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے۔ ہم اسی اسلام کی سربلندی کے لیے سر بکف ہوئے ہیں جو ذات باری تعالیٰ کا انسانیت کے لیے ایک عظیم تحفہ ہے۔ جس کا دامن ہماری آخری پناہ ہے۔

تحریک الاخوان

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

حقیقت میں تو اس تحریک کی بنیاد ۱۹۵۲ء میں اس وقت پڑی جب حضرت اللہ یار خان رحمتہ اللہ علیہ نے پہلے شخص کو دعوت دی کہ "آؤ! میں تمہارے قلب کا تزکیہ کروں" اور جب حلقہ احباب بڑھنے لگا تو اپنی رائے کا اظہار یوں فرمایا "میں سنگریزے اکٹھے کر رہا ہوں۔ ان ہی سنگریزوں میں سے لعل و جواہر نکلیں گے جو امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تقدیر بدل کر رکھ دیں گے"۔

اس وقت سے تزکیہ و تربیت کا عمل جاری ہے۔ ان کے اکٹھے کئے ہوئے سنگریزے تربیت کی بھٹی سے نکل کر ہزاروں کی تعداد میں لعل و جواہر بن کر میدان عمل میں آ گئے ہیں---- یہ لوگ کون ہیں؟

محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے جان نثاروں کی جس جماعت کی تشکیل فرما کر کفر کو اسلام میں بدلا اور اللہ تعالیٰ کے نظام کو قائم کیا' یہ گروہ ان ہی کے نقش قدم پر چلنے' وہی جذبات' وہی عشق رسولؐ' اسلام سے وہی والہانہ وابستگی کے ساتھ' کفر کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے نظام کو خدا کی زمین پر دوبارہ قائم کرنے کی دیوانگی سے سرشار صوفیاء ہیں۔ یہ ان لوگوں کا گروہ ہے جن کو اپنی ذات کے لیے کسی دھن دولت' یا شہرت کی تمنا نہیں۔ کسی اقتدار' کسی کرسی کی خواہش نہیں۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اتنی چھوٹی' معمولی اور وقتی خواہشوں سے بہت بالاتر ہیں۔ اسلام کو قائم کرنا' اسلام کو قائم رکھنا اور اسلام کو اس کرۂ ارض پر غالب کرنا ان کا مقصد حیات ہے۔ اس کے سوا کسی اور مقصد کے لیے زندہ رہنا ان کی لغت میں نہیں۔

ملک محمد اکرم اعوان اس تحریک کے بانی اور سربراہ ہیں۔ ملک محمد اکرم اعوان کون ہیں؟------ ان کی شخصیت کو آپ تب ہی پہچان سکتے ہیں اگر آپ ان سے ملیں' ان کے پاس بیٹھیں' ان کو سنیں اور ان کے ساتھ چند قدم چلیں۔ وہ کردار کی گہری اور مضبوط بنیادوں پر کھڑی ایک بھاری اور طاقتور چٹان ہیں۔ ان کو سمجھنے اور پرکھنے کے لیے ان کے قریب آنا پڑتا ہے۔ وہ ایک مرد مجاہد ہیں' صوفی ہیں' عاشق رسولؐ ہیں اور ایک ایسے باعمل مسلمان ہیں کہ جو ان کے پاس چند لمحے بیٹھ جاتا ہے قوت ایمان سے لبریز ہو کر اٹھتا ہے۔ ضلع خوشاب کی سرحد پر ضلع چکوال کی جانب نوے ڈگری زاویہ پر اٹھے ہوئے پہاڑ کی سنگلاخ چوٹی پر منارہ گاؤں کے باسی ہیں۔ اعوان قبیلے سے ہیں۔ زمیندار ہیں۔ وہ علاقہ کوئلے کی کانوں کے لیے مشہور ہے۔ زمینداری کے علاوہ اس کاروبار سے بھی منسلک ہیں۔ صقارہ ایجوکیشن سسٹم کے بانی ہیں جہاں ایک منفرد طرز تعلیم رائج ہے اس بے مثال ادارے میں ایک ہائی سکول' ایک گرلز سکول اور کالج آف مینجمنٹ اینڈ ریسرچ سائنسز شامل ہیں۔ آپ مفسر قرآن ہیں' کئی کتب کے مصنف ہیں۔ ایک سیاح کی حیثیت سے بھی شہرت رکھتے ہیں اور مشہور سفر نامہ غبارہ راہ' آپ ہی کی تصنیف ہے۔ ایک منجھے ہوئے شکاری ہیں اور غضب کا نشانہ رکھتے ہیں۔

آپ کا نظام تزکیہ و تربیت دنیا کے تقریباً" ہر شہر میں قائم ہے اور دنیا کے ہر ملک (سوائے اسرائیل کے) اور بیشتر شہروں میں منظم حلقہ احباب موجود

ہیں۔ اپنے شیخ کی وفات کے بعد ملک صاحب نے صوفیاء کی اس تحریک کی سربراہی سنبھالی۔ اس وقت سے تزکیہ و تربیت کا سلسلہ جاری ہے اور اسے دنیا کے ہر گوشے تک پھیلا دیا۔ تحریک میں شامل ہونے والے نئے احباب کا تزکیہ اور تربیت بھی کرتے رہے اور جو پہلے سے تربیت پا چکے تھے ان کے کردار اور شخصیت کو مزید نکھارتے رہے اور جب اس گروہ میں بے شمار افراد کی کردار سازی تکمیل کے مرحلے سے گزر کر قوم کی رہنمائی کی اہلیت میں داخل ہو گئی تو ملک صاحب تحریک کو الاخوان' کے نام سے منظم کر کے میدان عمل میں لے آئے۔

تنظیم الاخوان دوسری تمام تنظیموں اور تحریکوں کے مقابلے میں کئی منفرد خصوصیات کی حامل ہے۔ اس میں ہر مکتب فکر کے علماء' صوفیاء اور دانشوروں کے علاوہ دنیاوی علوم و فنون کے ہر شعبے کے ماہرین' صنعت و تجارت سے وابستہ افراد اور زندگی کے ہر کام اور شعبے سے وابستہ ہر درجے کے لوگ جو رزق حلال کماتے ہیں شامل ہیں۔

الاخوان کے تمام ذمہ دار ارکان' موجودہ دور کے ہر سیاسی نظریئے' جماعتوں سماجی اور معاشرتی اداروں اور مذہبی فرقہ بندیوں سے آزاد ہیں ۔ اللہ اور اس کی وحدانیت پر' محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت انکے اسوہ حسنہ' ان سے جاری برکات اور فیوضات پر' قرآن' قران کے تمام احکامات پر اور قرآن کے دیئے نظام حیات پر' با عمل ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی حکمرانی کو اس کرہ ارض پر قائم کرنے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کئے ہوئے ہیں۔

الاخوان کا ہر کارکن اور ذمہ دار رہنما با عمل مسلمان ہے ۔ جو تحریک کے قائد کی قیادت پر مکمل اعتماد اور روحانی عقیدت کے ساتھ وابستگی رکھتا ہے۔ اس وابستگی کی شدت اور تعلق میں جذبے کی کیفیت تحریر کی حدود سے باہر ہے ۔ تن من کی قربانی کا جذبہ ' عملی طور پر وقت دینے اور کام کرنے کا وصف ' دوسروں کی رہنمائی اور قیادت کی اہلیت ' والہانہ جوش کے ساتھ مقصد کی تکمیل کا جذبہ اس قدر راسخ اور مضبوط ہے جس کی اہمیت کے آگے کوئی عہدہ ' کوئی منصب ' کچھ حیثیت نہیں رکھتا

الاخوان کی بنیاد ہی قرآن کی اس آیت پر ہے

انما المومنون اخوة فاصلحو بین اخویکم ۔

تمام ارکان کا آپس میں رشتہ ایک بھائی ' ایک بہن اور ایک دوست کا ہے ۔ ہر تعلق میں باہمی محبت و اخوت کا جذبہ غالب رہتا ہے وہ دنیا کے کسی خطے ' ملک یا علاقے میں رہتا ہو' کسی بھی رنگ ' نسل قوم یا قبیلے سے ہو ' دنیا کی کوئی سی زبان بولتا ہو اس رشتے میں جڑ کر وہ بھائی بھائی اور بھائی بہن بن جاتے ہیں ۔

الاخوان اسلامی اقدار ' اخوت اور مساوات کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے ۔ یہاں کوئی کسی سے بر تر یا کم تر نہیں ۔خاندان ' دنیاوی عہدے' دولت یا ایسی ہی کوئی اور ظاہری وجہ کے لئے تنظیم میں طبقاتی اونچ نیچ کی گنجائش مفقود ہے ۔ مرد و عورت کو اللہ کے احکام کے مطابق مساوی حقوق حاصل ہیں ۔

الاخوان کا ہر رکن ایک مجاہد ہے ۔ یہاں مکمل ڈسپلن قائم ہے قائد کا ہر حکم تنظیم کے افسر اعلیٰ سے لے کر فیلڈ کارکن تک ' جہاں اور جس کے لئے

وہ حکم ہوتا ہے اس کی تعمیل کی جاتی ہے ۔ اس حکم میں کسی اور کو رد و بدل کرنے ' یا تعمیل میں خلاف معمول تاخیر کرنے کی رعایت نہیں ہوتی اس مکمل ڈسپلن کے باوجود، مختلف حالات میں، تنظیمی ڈھانچے کے کسی لیول پر باہمی صلاح مشورے اور ماہرانہ رائے کو اہمیت حاصل ہے مقررہ اصولوں ' قواعد و ضوابط اور ڈسپلن کو برقرار رکھتے ہوئے تنظیمی ڈھانچے میں مختلف لیول پر ذمہ دار عہدیداروں کو فیصلے کرنے اور ان پر عمل کرنے اور کروانے مین خود مختاری حاصل ہے

خواتین بھی اس تحریک میں بھرپور حصہ لے رہی ہیں ۔ شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے ان کی تمام سرگرمیوں پر الاخوان کے اصول ' قواعد و ضوابط لاگو ہیں خواتین کی تنظیمی شاخ ' الاخوات' پاکستان کے ہر صوبے میں پوری طرح فعال ہیں' الاخوان کے ارکان میں لیڈی ڈاکٹرز' پروفیسرز ' معلمات' طالبات اور گھریلو خواتین شامل ہیں ۔ اور وہ پوری طرح سر گرم عمل ہیں

اب تک اسلام کی سربلندی اور اللہ کے نظام کے قیام کے لئے اس دور میں جس قدر کوششیں ہوئیں،جتنی تحریکیں علماء و صوفیاء اور دوسرے مسلمان رہنماؤں نے چلائیں' ان میں سے کچھ کو تو بیچ سمندر ہی میں طوفان نے آلیا' کچھ ساحل تک پہنچ کر ڈوب گئیں ۔ پاکستان مین اب بھی چند ایسی جماعتیں اور افراد موجود ہیں جو اپنے پورے خلوص ' جذبے اور محنت کے ساتھ کوشاں ہیں لیکن پوری کوشش کے باوجود بھنور میں پھنس گئے ہیں۔ اور آگے بڑھنے میں رکاوٹوں کا شکار ہیں تنظیم الاخوان ان رکاوٹوں کو دور کرنے میں ان کے ساتھ پورا تعاون کرے گی بلکہ تنظیم الاخوان ان تمام اسلامی تحریکوں اور جماعتوں کے لئے کشتی نوح ہے کسی کو ڈوبنے نہیں دیں گے۔ یہ علماء اور نیک افراد کی محنت کا ثمر ہے ان کو رائیگاں نہیں ہونے دیا جائے گا ان کی تمام کوششیں' محنت اور تحریکیں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ الاخوان کی تحریک اس پوائنٹ سے شروع ہوتی ہے جہاں ہم سے پہلے چلنے والی تحریکیں آکر رکنے پر مجبور ہو گئیں۔ اس لئے تنظیم الاخوان کی تحریک اسلام کے اسی مشعل کو لے کر آگے بڑھ رہی ہے۔ فرق بس اتنا ہے کہ ہم تازہ دم ہیں ۔ ہمارے ولولے زندہ ہیں ہمارے جذبے جوان ہیں ۔ ہمارے جان نثاروں میں سرفروشی اور جہاد کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہواہے۔ تزکئے اور مجاہدے کے سخت امتحان اور تربیت سے گذر چکے ہیں۔ ان کے قلب ذکر الٰہی سے معمور ہیں اور عشق رسولؐ میں دیوانے ہیں۔ صرف زندگی کے لئے زندہ رہنا ان کا مقصد نہیں' اسلام کو قائم کرنے اور اسے قائم رکھنے کے لئے زندگی چھوڑنا ان کا مقصد حیات ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن میں دیوانگی کے باوجود ناقابل یقین ڈسپلن ہے' اطاعت ہے' خلوص ہے ' اخوت ہے۔ سوچنے سمجھنے' غورو فکر کرنے' فیصلہ کرنے' عمل کرنے کی قوت ہے اور رہنمائی کی صلاحیتوں سے اللہ نے نوازا ہے ۔ جن کو قیادت بھی اس ہستی کی نصیب ہے کہ جو بھی دو قدم ساتھ چلا' اس کو قوت ایمان نصیب ہوگیا

منزل کی طرف

○ "سب سے پہلے ہر مسلمان اپنے وجود پر اسلام کو نافذ کرے۔ اسے اسلامی ریاست بنائے جس پر اسلام کی حکومت ہو۔ پھر اس حکومت کی سرحدیں اپنے خاندان ' اپنے دوستوں اور اپنے متعلقین تک وسیع کرے جو اپنے معاملات' اپنے کاروبار' اپنے مقدمات ' اپنی ضرورتیں' اپنی دوستی دشمنی اور اپنے روزمرہ کے کام کاج کو اسلام کے دائرہ کار میں لائیں"۔ مسلمان کے پاس اگر اسلامی عمل نہیں تو کس واسطے سے خود کو مسلمان کہے گا۔

○ "دین اسلام کی واضح خوبی یہ ہے کہ یہ حاکم ہو کر رہتا ہے محکوم ہو کر رہتا ہی نہیں۔ جب یہ محکوم ہو جاتا ہے تو پھر دین نہیں رہتا اس لئے کہ اسلام سوائے اللہ جل شانہ' کے کسی کی حاکمیت کو تسلیم ہی نہیں کرتا۔ جس معاشرے میں اسلام کے پاس قوت نافذہ نہ رہے وہاں یہ نہ پھیلتا پھولتا ہے نہ پنپتا ہے۔ اور نہ ہی اس کی کوئی انفرادی حیثیت نظر آتی ہے ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ روئے زمین پر بے شمار وسائل کے باوجود مسلمانوں کے پاس ایک گاؤں بھی ایسا نہیں جہاں اسلام نافذ ہو"۔

○ اس تحریک کی بنیاد ہی یہ ہے کہ "جہاں بے شمار کفرستان نظر آتے ہیں۔ وہاں کم از کم ایک اسلامستان بھی ہونا چاہئے جو مخلوق عالم کے لئے ایک مثال کی حیثیت رکھے۔ وہ خواہ چند افراد ہوں' وہ ایک گاؤں ہو' وہ ایک شہر ہو' اللہ کرے ایک بہت بڑا ملک ہو۔ یہ ساری دنیا پر آ جائے یہ رب کی مرضی"۔ اس کی بنیاد ہمارے اس خلوص پر' ہمارے قلب کی اس سچائی پر' اور ہمارے دل کی ان کیفیات پر ہے کہ کس درد سے ہم سب مسلمان متحد ہو کر دین کی سربلندی کے لئے کام کرتے ہیں۔

○ اسلام یہ ہے کہ "مسلمان میدان عمل میں اترے۔ خود کو درست کرے اور عملاً دنیا سے برائی کو مٹانے کی پوری کوشش کرے۔ عملاً دنیا پہ حق و انصاف کو رائج کرنے کے لئے محنت کرے۔ گوشے میں بیٹھ کر صرف دعائیں مانگنے' وظیفے پڑھنے اور ذکر و اذکار کا نام اسلام نہیں ہے۔ اسلام کو روئے زمین پر غالب کرنے کے لئے صرف دعائیں اور چلے کافی نہیں ہوں گے۔ اس کے لئے مسلمانوں کو میدان عمل میں اتارنا ہے"۔ اس کے لئے اپنا خون ' اپنی جانیں پیش کرنا ہے۔ ظلم کو روکنا ہے اس کے مقابلے میں دیوار بن جانا ہے۔ نتائج مرتب کرنا اللہ کا کام ہے۔ ہم سے جو ہو سکتا ہے اس کا آغاز کر رہے ہیں۔

○ "ہندوستان سے یہ ملک اس مقصد کی خاطر جدا ہوا تھا کہ یہ مسلمانوں کا ملک ہو گا۔ "جہاں وہ اپنا نظام بنائیں اپنا طریقہ حیات بنائیں اپنے دائرہ عمل تک آزاد رہ کر اس نظام حیات کو رائج کریں"۔ تاکہ امن و سکون اور تحفظ کی زندگی بسر ہو سکے۔ لیکن سب کچھ اس کے برعکس کیا گیا اور اسلام کو بدنام کرنے کی منظم سازش اس طرح شروع کی گئی کہ ہر کافرانہ نظام کے ساتھ اسلام کا نام جوڑ دیا گیا۔ چند اسلامی اصولوں کو اپنی ضرورت کے مطابق بگاڑا' پھر ان کو نافذ کر کے اسلامی نظام کا درجہ دے دیا گیا۔ یہ جزوی تجربہ پاکستان میں اب بھی جاری ہے۔ اسلام ایک مکمل نظام ہے یہ پورا کا پورا نافذ ہوتا ہے ٹکڑیوں میں نافذ نہیں ہوا کرتا۔

○ "یہ ہمارا فریضہ دین ہے اور ہماری دینی زندگی کا مدار اسی پر ہے کہ ہم کم از کم اس ملک خدا داد کو اسلامی ریاست بنائیں۔ حکومت ہمارا مقصد نہیں کہ کس فرد کو ملے۔ آپ کو ملے، دوسرے کو ملے اس سے ہماری غرض نہیں"۔ ہم ایک اسلامی ریاست کا قیام چاہتے ہیں۔ جہاں اسلامی قوانین پر عمل ہو اور اسلام کو عملی طور پر اس زمین پر رائج کریں۔ "شائد اللہ کریم یہ سعادت پاکستان کے مسلمانوں کے حصے میں کر دے اور اس ملک سے یہ قوت شروع ہو کر کرۂ ارض کے تمام کافرانہ اور ظالمانہ نظاموں کو تباہ کرنے کا سبب بن جائے"۔

○ مسلمانوں کے ذہن سے اس غلط فہمی کو دور کرنا ہے کہ اسلام خطرے میں ہے۔ اسلام کو کسی نوع انسان سے کوئی خطرہ نہیں۔ ہم جو خود کو مسلمان کہتے ہیں اس وقت ہماری بقا خطرے میں ہے اور ہم اسلام کی پناہ کے محتاج ہیں۔ اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔ "وہ اپنے دین کو رسوا نہیں کرتا۔ جو لوگ رسوائی قبول کر لیتے ہیں اللہ ان سے اپنا دین ضبط کر لیتا ہے۔ مسلمانوں نے یہی طرز تغافل اپنایا تو تمام مسلمان ریاستیں تاتاریوں کے ہاتھوں تباہ ہو گئیں"۔ ایک بار پھر جب مسلمان اسی طرز تغافل کا شکار ہوئے تو انگریز نے ان کو تباہ و برباد کر دیا۔ ان کی مرکزیت، ان کی خلافت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ "ہم جو صدیوں سے مسلمانی کے دعوے دار ہیں لیکن اسلام کی بجائے کافروں کے دامن میں پناہ لیتے ہیں۔ تو کافروں کے دامن میں پناہ لینے والوں کو اللہ اپنی سرزمین پر پناہ نہیں دے گا"۔ اسے ایک بار پھر کفار کے ہاتھوں تباہ کر دے گا۔ اس لیے دنیا بھر کے مسلمانوں کو اپنے اس رویئے پر نظرثانی کرنا ہو گی۔ یہ ہمارا فریضہ دین ہے کہ ہم دنیا بھر کے مسلمانوں کو بیدار کریں اور اس رویہ کو تبدیل کرنے کے لیے تیار کریں۔

○ "مسلمانوں کو ایک بہت بڑا مغالطہ دے دیا گیا ہے کہ مذہبی اور دین دار لوگوں کی جگہ صرف مسجد ہے ان کو دنیا کے معاملات، سیاسیات اور حکومت سے کیا واسطہ ---- رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاست بنائی۔ قانون نافذ کیے۔ بادشاہوں سے معاملات کیے، صلح و جنگ کے معاہدے لکھے۔ بنفیس نفیس جہاد کیے۔ پوری بھرپور سیاسی زندگی گذار کر معاشرے کو اسلامی ریاست دی ---- آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا دین دار کون ہو سکتا ہے؟ آپؐ کے طریقہ سے ہٹ کر مذہبی اور دینداری کا دعویٰ کیسا؟" مسلمان کے ذہن سے دین کے اس جامد اور محدود مذہبی تصور کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکنا ہے۔ اور اسے اسلام کے حقیقی، جامع، عملی اور متحرک تصور میں بدلنا ہے۔

○ مادہ پرستی کے افکار و نظریات، کفر کا نظام جمہوریت، نام نہاد سیکولر نظریات، عریانی پسند معاشرت و ثقافت، دین اور وطن فروش حکمران طبقہ، کفر کے دامن میں پناہ لینے والے سلطان، سرمایہ دار اور جاگیردار، مغرب کے خوشہ چیں اور وظیفہ خوار دانشور، یہود کی ریشہ دوانیاں ---- یہ سب مل کر اسلام کے راستے میں رکاوٹ بنے رہیں گے اور اسلامی ریاست کسی بھی خطہ زمین پر یوں آسانی سے

نہیں بنے گی۔ نہ ہی کبھی ایسا ہوا "نہ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے جاتے جاتے حکومت پکڑا دی تھی اور آپؐ نے تخت سلطنت پر بیٹھ کر حکم فرما دیا اور اسلام نافذ ہو گیا۔ ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ ہمیں اسی قدرتی طریقہ عمل سے گذرنا پڑے گا جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو گذرنا پڑا۔ صحابہ کبارؓ کو گذرنا پڑا"۔ ان ہستیوں کے سامنے ہماری کیا بساط جو ہم اس راستے سے ہٹ کر انقلاب لے آئیں گے؟

○ مسلمانوں کی فکر و سوچ کو اس فیصلے کے لیے تیار کرنا ہے کہ اس وقت بھی کیا ہم پر وہی کفر کا رعب' کفر کا خوف طاری رہے گا۔ یا ہمیں آزاد ہو کر اپنا عمل اسلامی افکار کے تابع کرنا ہے۔ اپنا دائرہ عمل متعین کرنا ہے۔ اپنا نظام قائم کرنا ہے۔ اپنا طریقہ حیات تیار کرنا ہے۔ پورے عالم اسلام کی ایک مرکزیت قائم کرنا اور اسلام کے مطابق اپنی زندگیاں بسر کرنا ہے۔۔۔۔۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔ ہم نے اس جہاد کی ابتدا کر دی ہے "اب ہم ہی وہ لوگ ہیں جن کو نہ صرف اللہ کے نزدیک سربلندی نصیب ہو گی بلکہ تاریخ بھی مدتوں یاد رکھے گی کہ کچھ لوگوں نے کفر کی تباہی کی طرف کدال اٹھائی تھی اور بالاخر ظلم کا یہ بہت بڑا مینار مسمار ہو کے رہا"۔

اللہ قادر ہے۔ وہ ضرور مدد فرمائے گا۔ انقلاب برپا ہو گا۔ ملک تبدیل ہو گا۔ عالم اسلام کا ایک مرکز قائم ہو گا۔ پوری امت مسلمہ ایک قوم بن کر ابھرے گی۔ حالات ضروری بدلیں گے۔ دنیا میں تبدیلی آ کر رہے گی۔

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئنہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ان ساتھیوں کے لیے دعائے مغفرت فرمائیے۔

○ گوجرانوالہ کے ملک جلال دین مرحوم

○ اٹک کے سابق ٹھیکیدار عبدالقیوم مرحوم

ضرورت لکچرار / ٹیچر

ایم اے۔ (انگلش) یا بی اے (بی ایڈ) جو نویں دسویں جماعتوں کو انگریزی پڑھانے کا وسیع تجربہ رکھتا ہو۔ تنخواہ اور دیگر مراعات قابلیت اور تجربے کی بنیاد پر ہو گی درخواست معہ اسناد پرنسپل مقارہ اکیڈمی۔ دارالعرفان (سب آفس نور پور) ضلع چکوال کو بھیجی جائیں۔

اللہ جل شانہ کے احسانات

حضرت مولانا محمدؐ اکرم اعوان

رب جلیل نے اپنی عظمت کے اظہار کے لیے یا انسان کو اپنی عظمت کا احساس دلانے کے لیے اپنے مختلف احسانات یاد دلائے ہیں پھر انسانوں کا جو رد عمل ہے اطاعت الٰہی اور دعوت الی اللہ کے بارے میں وہ مختلف ہے مختلف قوموں نے مختلف انداز اپنائے کوئی تلوار لے کر مقابلے کے لیے کھڑا ہو گیا کسی نے مذاق اڑایا کسی نے بات سننا ہی پسند نہ کی۔ کسی نے اپنے مال و دولت پر فخر کیا اور دعوت الی اللہ کا مذاق اڑایا کہ ہمیں کیا ضرورت ہے اس نئی الجھن میں پڑنے کی ہم تو پہلے سے بڑی موج میں ہیں بڑی عیش میں ہیں کسی کو اپنے علوم پر ناز رہا۔ اور حضرات یہ بڑی عجیب بات ہے کہ جس قدر پریشانیاں اور جس قدر تکلیفیں گزشتہ انبیاء علیہم الصلوۃ و السلام کو انفرادی طور پر قوموں کی طرف سے پیش آئیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ ساری پریشانیاں بیک وقت پیش آئیں اور جس طرح پہلی امتوں میں بعض امتیں بعض خاص گناہوں میں معروف ہیں اور ان گناہوں کی وجہ سے وہ غرق ہوئیں اس امت میں وہ سارے گناہ بیک وقت موجود ہیں یعنی کوئی گناہ انفرادی طور پر نہیں ہے کہ کسی ایک ہی گناہ پہ اگر پہلی امتیں وزن میں کمی بیشی کرتی تھیں پہلی امتیں شرک کرتی تھیں یا پہلی امتوں میں کوئی جھوٹ بولتا تھا یا کسی امت میں کوئی بت پرستی تھی کسی امت میں لواطت تھی کسی امت میں زنا تھا یا کسی خاص امت میں قتل و غارت تھی تو اس امت میں وہ سارے گناہ بیک وقت موجود ہیں ساری برائیاں بیک وقت موجود ہیں اس کے مقابلے کے لیے گزشتہ امتوں کے پاس جس قسم کی برکات آئیں اور نبی علیہ السلام نے جس طرح کی رحمت بانٹی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے جامع تھے اور اس کے جواب میں جو بخشش اور رحمت آئی وہ بھی ہر طرح کی تھی کسی امت کو اس کا ایک پہلو نصیب ہوا دوسری کو دوسرا تیسری کو تیسرا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات میں وہ ساری قسم کی رحمتیں بیک وقت جمع ہو گئیں حتی کہ اللہ نے فرما دیا آپ رحمۃ اللعالمین ہیں ساری کائنات کے لیے ہر طرح کی جو رحمتیں ہیں وہ ساری آپ کی ذات ستودہ صفات میں جمع ہیں۔ تو جس طرح سارے گناہ در آئے تو ان گناہوں اور ان گناہگاروں کا مقابلہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرنا پڑا اور تب سے ہمیشہ اسلام کو ان سب چیزوں کا مقابلہ کرتے رہنا پڑ گیا اور یہ ہو رہا ہے ہم دیکھ رہے ہیں ہمارے ارد گرد ہمارے ماحول میں ہمارے معاشرے میں رب کریم نے یہاں اپنا تعارف ایک دوسرے انداز سے کرایا فرمایا تم بھی ایک مخلوق ہو

لیکن اللہ کا احسان دیکھو کہ اس نے اپنی ہی ایک مخلوق کو تمہاری خدمت پہ لگا دیا بحیثیت مخلوق تم سب برابر ہو اگر وہ جانور ہیں تو جانور اللہ کی تو مخلوق ہیں تمہیں انسانیت بخشی تو اللہ کے لیے تو تم مخلوق ہو اس کے لیے تو ایک کیڑی بھی ویسی ہی مخلوق ہے جیسے بڑے سے بڑا کوئی پہاڑ مخلوق ہے۔ جانوروں میں اس نے روح پیدا کی انہیں زندگی دی انہیں تو الدوتناسل دیا ان میں محبت و دشمنی رکھی ان میں. جانور کی ماں بھی اپنے بچے سے پیار کرتی ہیں جانوروں کو بھی دو کو ایک جگہ رکھا جائے آپس میں پیار کرنے لگتے ہیں وہ بھی کھاتے پیتے ہیں ان کی بھوک پیاس بھی ہے وہ بھی اللہ کی مخلوق ہیں لیکن اس نے **جعل لکم الانعام** ان کو پیدا ہی تمہاری خدمت کے لیے کر دیا حتی کہ انہیں کاٹ کر کھانا تمہارے لئے عبادت بن گیا یعنی ایک کی جان جاتی ہے اور جان لینے والا ہے جو صرف جان ہی نہیں لیتا اس کا گوشت کھاتا ہے اس کی کھال سے جوتے بناتا ہے اس سارے پر کاٹنے والا ثواب پاتا ہے یعنی اللہ نے ایسی عطا بخشی ان کو ہماری ضرورت بنا دیا سواری کی غذا کی اور پھر فرما دیا کہ تمہیں انہیں کھانا تو ہے چونکہ تمہاری میں نے ضرورت بنا دی ان پر سواری بھی کرنی ہے اگر سواری کرتے ہوئے میری عظمت کا اعتراف کر لو تو وہ سواری کرنا عبادت بن جائے گا انہیں کاٹتے ہوئے میرا نام لے لو تو وہ کاٹنا عبادت بن جائے گا انہیں کھاؤ میرے نام پر تو وہ عبادت بن جائے گا تو کتنا عجیب احسان ہے اللہ کا فرمایا۔

لتر کبوا منھا و منھا تاکلون کسی پر تم سواری کرتے ہو کسی پر بوجھ لادتے ہو کسی کو کاٹ کر کھاتے ہو پھر اسی پر بس نہیں کرتے ان سے بچ کر منافع حاصل کرتے ہو اُن کے چمڑے ہڈیوں تک کو استعمال کرتے ہو اور ان پر سواری کرتے ہو پھر تمہاری سواری کے لیے اس نے سمندری جہاز بنا دیئے اس زمانے میں کیوں کہ سمندری جہازوں سے آگے کسی کو واقفیت نہیں تھی تو فرمایا کتنا کرم ہے اس کا کہ تمہیں سمندری جہازوں کے بنانے کا عقل بخشا کہ اس ذریعے سے تم سمندروں پہ حکمرانی کرتے ہو۔

ویریکم ایتہ اور فرمایا اسی پر بس نہیں قرآن حکیم کی اس آیت میں یہ پیش گوئی موجود ہے کہ سمندری جہازوں سے بڑھ کر عجیب و غریب سواریاں تم دیکھو گے۔ تم ایجاد کرو گے اس زمانے میں اگر کسی نئی سواری کا یا راکٹ کا یا جہاز کا تذکرہ ہوتا تو کوئی بھی سمجھ نہ پاتا جو چیزیں موجود تھیں ان کی فہرست گنوائی جو آنے والی تھیں ان کے لیے فرمایا اسی پر بس نہیں ہے عجیب و غریب احسانات تم پر اللہ کے ظاہر ہوں گے اور عجیب و غریب نشانیاں تم دیکھو گے تم اللہ کی مخلوق پر کس قدر حکمرانی کرتے ہو کتنا فائدہ اٹھاتے ہو اور کس کس طرح کی سواریاں ایجاد کرتے ہو۔

فای ایت اللہ تنکرون○ کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے اتنے احسانات ہیں اس کے کہ تم شمار کرتے رہو تو تم شمار ہی نہیں کر سکتے اور اپنی جگہ بیٹھ کر دیکھو۔ بڑا عجیب ہوا وہاں ہم تھے امریکہ کی میکسی کو ریاست میں دور دراز ایک جنگل میں ہم ایک ہفتہ ٹھہرے رہے مسلمان خاندان تھے وہ تو ایک نے کہا کہ آپ کی دعوت کریں گے اچھا بھائی کرو تو اس نے کہا

کہ میں بکرا دوں گا ذبح آپ کریں پکانے کے برتن میں دوں گا مصالحے سارے میرے گھر میں موجود ہیں چولہے لگے ہیں پکائیں آپ لوگ خود کیوں ہم نہیں جانتے آپ کس طرح کا پکانا پسند کریں گے کس طرح کا کھانا پکانا ہم اپنی طرز کا پکائیں آپ کو پسند ہی نہ ہو تو آپ پکائیں تو اس نے کہا مجھ سے کہا کہ آپ اگر مہربانی کریں تو بکرا آپ ذبح کر دیں ہم اپنی سعادت سمجھیں گے ہمارے لیے برکت ہو گی ٹھیک ہے بھئی میں نے کہا میں ذبح کر دوں گا میں گیا تو اس نے بکرے کو پکڑا تو اس کے ایک بکری بھی ساتھ بھاگ رہی تھی تو کہنے لگا۔

He is your baby say him good bye good bye mum.

یہ تمہارا بچہ ہے بھئی تم ماں سے اللہ حافظ کہہ لو بڑے وہ واقعہ اس سیریس انداز میں کہہ رہا تھا تو میں سوچ رہا تھا کہ یہ اللہ کا احسان ہے تو وہ بھی ماں بیٹا وہ بھی اس کے لیے اسی طرح تڑپ رہا ہے اس میں ویسا ہی احساس ہے جو کاٹا جائے گا اسے بھی درد ہو گا لیکن کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری۔ تو اسی بات کو اللہ کریم نے اس آیہ مبارکہ میں ارشاد فرمایا۔ کہ یہ میرا کم احسان ہے کہ جان بھی تم لو گوشت بھی تم کھاؤ کھال بھی اس کی تم کھینچو ہڈیاں بھی استعمال کر لو اور ثواب بھی تم کماؤ کیا وہ مخلوق نہیں ہے تو اگر اس سب کی میں نے تمہیں اجازت دی ہے تو کتنا بڑا احسان کیا ہے پھر فرماتا ہے یہی نہیں تم دیکھو جو جو نعمتیں تم ایجاد کرتے ہو مکان بناتے ہو جتنا میٹریل استعمال کرتے ہو کہاں سے لیا تم نے کسی چیز کے خالق تم تو نہیں

ساری چیزیں میں نے تخلیق کیں اور تمہیں میں نے شعور بخشا کہ اس چیز کو جوڑو تو یہ یہ شے بن جائے گی تو تمہیں عقل میں نے عطا کی جتنی قسم کے لباس تم بناتے ہو ان میں سے کسی چیز کے خالق تو تم نہیں ہو روئی سے لے کر ریشم تک میں تخلیق کرتا ہوں اور تمہیں میں نے عقل بخشا کہ اس چیز کو اس طرح جوڑو تو یہ نعمت بن جائے گی جتنے آرام کے اسباب کہ تم بجلیاں بناتے ہو ائیر کنڈیشنر بناتے ہو ہوائی جہاز بناتے ہو بسیں بناتے ہو تو اس میں سے کسی مادے کو تخلیق تم نہیں کرتے میرے تخلیق شدہ اجزاء کو جوڑتے ہو اور جوڑنے کا شعور بھی میں نے بخشا ہے تو فرمایا ان سب باتوں کو اگر سوچو۔

فای ایت اللہ ینکرون○ اللہ کے کس احسان کا انکار کرو گے کہیں ایک جگہ بتاؤ کہ یہ کام تو میں نے خود کر لیا اس میں تو اللہ کا میں نے کچھ نہیں لگایا یہ جو سوئی بنائی تھی یہ جو دھاگا بنایا تھا اس میں اللہ کی تخلیق صرف نہیں ہوئی ہے یہ میں نے اپنی طرف سے کر لیا تو ان میں ایک ایک چیز کو دیکھو تو وہ تمہیں میری طرف سے عطا کی ہوئی ہے پھر اس کے استعمال کا شعور میں نے بخشا ہے پھر اس کے بعد ارشاد فرمایا۔

افلم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبتہ الذین من قبلھم کیا تم نے زمین پر پھر کر اپنے سے پہلوں کے کھنڈرات نہیں دیکھے کیا تم نے بڑے بڑے شہروں کو ملبے کا ڈھیر بنا ہوا نہیں دیکھا بڑی بڑی بستیوں کو ویران ہوتے نہیں دیکھا تم نے نہیں دیکھا کہ دریاؤں نے اپنے راستے بدل لیے سمندر خشک ہو گئے خشکی سمندر میں ڈوب گئی تم دنیا پر نہیں پھرتے۔

آج ہمارا سائنس دان کہتا ہے کہ ہمالیہ کی یہ پہاڑیاں کبھی سمندر تھیں اس پر سمندری مخلوق کے اعضاء پائے جاتے ہیں آج کوئی سوچ سکتا ہے کہ ہمالیہ جو ہے یہ زیر آب تھا اور جہاں آج پانی ہے یہ ہمالیہ جیسے پہاڑ تھے تو فرمایا تم کس چیز پہ گھمنڈ کرتے ہو اگر تمہارے سامنے اتنی بڑی بڑی تبدیلیاں موجود ہیں پھر ان قوموں کو دیکھو جو تم سے پہلے ہوئیں **کانوا اکثر منھم** وہ تم سے بہت زیادہ تھے افرادی قوت میں بھی **واشد قوۃ و اثاروا فی الارض۔** اور مالی قوت میں اور مادی وسائل کے اعتبار سے بھی تم لوگوں سے طاقتور تھے بڑے بڑے ظالم بڑے بڑے جابر بڑے بڑے طاقتور بڑے بڑے تنو مند بڑی بڑی جفاکش قومیں فرمایا۔

فما اغنیٰ عنھم ما کانوا یکسبون○ لیکن جب انہوں نے برائی کی اس برائی کے انجام سے نہ ان کا مال بچا سکا نہ ان کی قوت بچا سکی نہ ان کا زور بچا سکا۔

اب یہاں ایک اور پہلو کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جو مختلف قوموں نے دعوت الی اللہ کے جواب میں اپنایا فرمایا۔ **فلما جاء تھم رسلھم بالبینٰت۔** جب ان کے پاس اللہ کے رسول علیہم السلام واضح نشانیاں لے کر آئے۔ **فرحوا بما عندھم من العلم** تو وہ اس بات پر اکڑ گئے کہ جو علم ان کے پاس ہے علم کی ضرورت نہیں ہے کسی نئے استاد کی ضرورت نہیں ہے خود جانتے ہیں جیسے یہ بات آج بھی بڑی عام ہے آپ کسی کے ساتھ دین کی بات کریں وہ کہہ دیتا ہے میں خود جانتا ہوں کسی کو اپنے سائنس دان ہونے پہ فخر ہو گا کسی کو اپنی انجینئرنگ پہ ناز ہو گا کسی کو اپنے ڈاکٹر ہونے پہ فخر ہو گا کسی کو اپنے کسی اور پہلو پہ ادیب ہونے پہ شاعر ہونے پہ مورخ ہونے پہ ناز ہو گا کسی کو فلسفہ پہ ناز ہو گا تو وہ یہ سمجھے گا کہ میں آپ سے زیادہ جانتا ہوں میں آپ سے زیادہ پڑھا لکھا ہوں میرے پاس آپ سے زیادہ علم ہے فرمایا یہ جواب بھی انبیاء و رسل کو بعض قوموں نے دیا حتیٰ کہ جب آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو یہود و نصاریٰ کے علماء نے جمع ہو کر یہ بھی طے کیا تھا کہ بھئی اگر یہ آدمی صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ آدمی بات کرتا ہے اپنی رسالت و نبوت کی تو بات کو لوگوں تک پہنچانے اور لوگوں سے منوانے کے لیے علماء کی ضرورت ہے عام آدمی تو کوئی تحریک نہیں چلا سکتا اور اس کے لیے تو اہل علم کی ضرورت ہے اور ان لوگوں کی ضرورت ہے جن کے پاس پہلے سے قیادت اور لیڈر شپ ہو تو ہر عالم کے کچھ ماننے والے ہوتے ہیں اور اگر علماء اس تحریک میں شامل ہو جائیں تو اس کا مطلب ہے کہ لاکھوں افراد از خود اس میں شامل ہوں گے چونکہ ہر عالم کے پیچھے ماننے والے کی بڑی تعداد ہوتی ہے لوگوں کی تو انہوں نے یہ طے کیا کہ اپنے جتنے علماء ہیں عالم تو یہودیوں میں ہیں یا نصاریٰ میں ہیں مشرکین تو انپڑھ ہیں سارے تو یہ کوشش کرو کہ ہم میں سے کوئی عالم مسلمان نہ ہو وہ ان کے کام نہ آئے تو اگر عالم ان کا کام نہیں کریں گے تو ان کی تحریک از خود دم توڑ دے گی کب تک ایک آدمی کب تک رہے گا جب تک یہ رہیں گے باتیں کرتے رہیں گے جب یہ دنیا سے اٹھ جائیں گے بات ختم ہو جائے گی اور اس کے جواب میں اللہ ایسا قادر ہے کہ اس انپڑھ قوم کو اللہ کریم نے علم کے وہ

خزانے عطا فرمائے کہ چودہ صدیاں بیت گئیں لوگ ان کے ارشادات کی خوشہ چینی کرتے کرتے تھک گئے لیکن ان میں سے حکمت کے موتی کم نہیں ہو سکے۔

یہ قدرت باری ہے کہ آپ دین سے لے کر دنیا کے کسی شعبے میں دیکھ لیں یعنی دینی علوم میں بھی بڑے سے بڑا فاضل جب کسی صحابی کی بات آ جاتی ہے کہ اس معاملے میں صحابی نے یہ کہا تھا تو اس کی ساری علمیت دھری کی دھری رہ جاتی ہے اس کا رد نہیں کر سکتے اور دینوی امور میں بھی تجارت سیاست حکومت و سلطنت عدالت وکالت اور اس کے ساتھ فن سپاہ گری میں فوجوں کی قیادت جرنل شپ آپ کسی موضوع پر دیکھ لیں انہیں کوئی دینوی مدرسہ نصیب نہ ہوا کسی دنیا کے مولوی کے پاس نہ گئے کسی ادارے میں نہ گئے لیکن ہر پہلو میں اللہ نے ان کا سینہ ایسا کھول دیا اور وہ فیصلے انہوں نے کیے جن کی حکمت کو آج تک فوجی حالات کو ڈسکس کرنے والے ادارے نہیں سمجھ سکے کہ یہ حکمت عملی کیسے اپنا لی انہوں نے اس زمانے میں جن صحراؤں کو انہوں نے اس زمانے میں عبور نہیں کر سکتے گھبراتے ہیں جس میں وہ گھوڑوں پر گزرتے تھے یعنی حیرت ہوتی ہے کہ فوجی ٹیکنالوجی جو انہوں نے اپنائی وہ بھی آج تک کے جو بڑے بڑے فوجی ادارے ہیں وہ اس کا جواب نہیں دے سکتے کہ یہ انہوں نے کیسے یہ تجویز کی کس طرح یہ سارا کچھ کر لیا۔ تو انہیں اپنے علم پر گھمنڈ ہی رہا جنہیں اپنے علم پر گھمنڈ رہا وہ محروم رہ گئے اور جن کے پاس دینوی علم نہیں بھی تھے اللہ نے ان کے سینے کھول دیے اور دین کی خدمت کا کام ان سے لے لیا۔ سو فرمایا جب ان کے پاس رسول علیہم السلام آئے اور واضح آیات لے کر آئے تو اپنے جو ان کے پاس کمالات ان کے پاس اپنے طور پر علوم تھے وہ اس پر اکڑ گئے اور مذاق اڑایا تعلیمات نبوی علیہ السلام کا دینداروں کا دین کا تمسخر اڑایا دیکھو یہ پھٹے ہوئے کپڑوں والے لوگ یہ انپڑھ یہ ہمارا کیا بگاڑ لیں گے فرمایا۔

وحساق بھم ماکانوا بہ یستھزءون○ یہی مذاق ان کے گلے پڑ گیا اور پھر اس سے کبھی ان کی جان نہ چھوٹی وہ جو دین کا مذاق اڑاتے تھے دینداروں کا مذاق اڑاتے تھے دین کو جہالت کہتے تھے اور اپنے معلومات کو علم کا نام دیتے تھے فرمایا دیکھو ان کا عجب حال ہوا ایک وقت آتا ہے ایک لمحہ آتا ہے اجتماعی عذاب بھی آئے تو بھی جب عذاب منکشف ہوتا ہے تو سب کے سامنے آ جاتا ہے جن قوموں پر آگ برسی اور آگ برسنی شروع ہو گئی تو سب نے دیکھ لی یا جن قوموں کو کسی اور مصیبت میں یا بیماری میں مبتلا کیا گیا تو اسی طرح جب موت آتی ہے تو عندالموت آخرت منکشف ہو جاتی ہے کافر تک فرشتے سے بات کرتا ہے یہ جو آپ نے اکثر لوگوں کو دیکھا ہو گا مرنے سے پہلے کہتے ہیں اس کی نظر ٹک گئی ہے ایک جگہ دیکھ رہا ہے اور بات نہیں کرتا وہ لمحہ وہی ہوتا ہے جب وہ بات فرشتوں سے کر رہا ہوتا ہے اور کافر تک سے فرشتے بات کرتے ہیں تو کیا کرتا رہا فیما کنتم کیا کرتے رہے تم ارے جسم میں تو کوئی ایک ذرہ ایمان کا نظر نہیں آتا کوئی ایک قطرہ نیکی کا نظر نہیں آتا فیما کنتم کرتے کیا رہے ہو تم اسی طرح مومن سے بات کرتے ہیں قرآن کریم میں موجود ہے **تتنزل علیھم الملئکۃ**

الاتخافوا ولا تحزنوا والبشروا بالجنتہ التی کنتم توعدون۔ نحن اولیاء کم فی الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ۔ ہم نے دنیوی زندگی میں تمہارے ساتھ رہ کر تمہارے کام انجام دیئے اور موت آگئی تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں تمہیں تو اللہ کی جنت میں جانا ہے تو پہلے بھی پتہ تھا کہ جانا ہے عجیب بات تو نہیں دنیا کا پہلے تمہارا ایمان تھا کہ چھوڑنی ہے چھوڑ رہے ہو تو کیا فرق پڑا وہاں تو دنیا سے کروڑوں گنا بہتر ساتھی موجود ہیں بہتر مدرسے موجود ہیں بہتر رشتے موجود ہیں تو عندالموت آخرت اور فرشتے موت کے وقت سب پر منکشف ہو جاتے ہیں لیکن جب منکشف ہو جاتا ہے۔ برزخ تو کافر کی توبہ قبول نہیں ہوتی چونکہ پھر وہ ایمان بالغیب نہیں رہتا اور اگر برزخ کو اللہ آج منکشف کر دے تو پھر ہر کافر توبہ کر جائے گا کون کوُدے گا آگ میں۔ امتحان ہی ایمان بالغیب کا ہے ایک ایسی ہستی جس کی صداقتوں کی مثال کائنات میں نہیں ملتی اس کے ارشاد اور اس کی صداقت پر بات ماننا اور یقین کرنا یہی ایمان ہے اور اگر آخرت کو دیکھ کر ماننا تو اللہ فرماتا ہے یہ تو اب تو سب مانیں گے یہ میدان حشر میں تو فرعون بھی کہے گا کہ اب مجھے ایک بار دنیا پہ اللہ بھیج دے دیکھ میں تیری کیسی عبادت کرتا ہوں فرمایا اب جانے کا کیا فائدہ جہنم کو دیکھ کر کس کا جی چاہے گا کہ اس میں چھلانگ لگائیں تو فرمایا فلما راوا باسنا۔ جب انہوں نے ہمارے شدائد کو اور ہماری گرفت کو اور ہمارے عذاب کو دیکھا عندالموت قالوا امنا باللہ وحدہ کہنے لگے ہم اللہ کی توحید پر ایمان لاتے ہیں اللہ جیسا کوئی نہیں ہم اس کو قادر مطلق مانتے ہیں وحدہ لا شریک مانتے ہیں وکفرنا بما کنابہ مشرکین○ اور جس کسی کو بھی ہم اس کا شریک مانتے ہیں ٹھہراتے تھے اس کا انکار کرتے ہیں اللہ کریم فرماتے ہیں۔

فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راوُ باسنا۔ جب عذاب منکشف ہو گیا ان کا ماننا نہ ماننا ان کو کوئی فائدہ نہ دے گا مراد یہ ہے کہ لوگو!

اللہ کی کتاب موجود ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات موجود ہیں اس بات کا انتظار نہ کرو کہ موت آئے گی تو توبہ کر لیں گے کیا خبر موت کس حال میں آئے کیا خبر توبہ کی توفیق نصیب ہو نہ ہو اور کیا خبر توبہ کی کی جائے اور وہ قبول ہو یا نہ ہو فرمایا اللہ کے ارشادات فوراً قبول کرو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے لیے پورا اپنا سارا زور صرف کر دو یعنی ساری استطاعت لگا دو یہ کہ تمہارے پاس کوئی سند نہیں کہ کسی وقت اللہ کی طرف سے موت کا پیغام آ جائے پھر فرصت ملے یا نہ ملے سانس آئی ہے دوسری آئی نہ آئی ہوش آئے نہ آئے حادثہ ہو جائے جل جاؤ گر جاؤ کیا خبر گاڑی کے نیچے آ جاؤ کیا خبر ہے توبہ کو موخر کرنا یہ تو بڑی حماقت ہے۔

ذرہ ان قوموں کو دیکھو جنہوں نے کہا حوصلے سے کر لیں گے دیکھیں گے کیا ہوتا ہے پھر ان کا کیا انجام ہوا فرمایا۔

سنتہ اللہ التی قدخلت فی عبادہ اللہ کا قانون ہے ساری مخلوق میں اسی طرح سے ہو گا جس کسی نے مانا آدم علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جس کسی نے مانا اسے بالغیب ہی ماننا پڑا اللہ کی قدرت کو دیکھ کر اللہ کی اختیار کل کو اپنے گرد دیکھ کر اس کی کائنات کو

دیکھ کر اس کے نبی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی تعلیمات کی صداقت کو دیکھ کر جس کسی نے مانا اسی کو ایمان نصیب ہوا اور جو اس انتظار میں رہا کہ جو آئے گا دیکھی جائے گی اگر آگیا تو مان لیں گے فرمایا اللہ کا قانون یہ ہے کہ جب وہ آ جاتا ہے وہ وقت تو پھر وہ ماننے نہیں دیتا پھر ماننے کی کیا ضرورت پھر انکار کی جرات کس کو ہو گی یہ تو سوچو جس وقت کا لوگ انتظار کرتے ہیں وہ وقت آگیا تو انکار کی جرات کسی کو ہو گی پھر تو فرعون بھی کہے گا مجھے ایک بار زندگی دے میں تیری عبادت کروں گا۔

تو فرمایا وخسر هنالک الکفرون۔ کافروں کو اسی بات نے تباہ کر دیا اسی انتظار میں رہے جو آئے گا دیکھی جائے گی جو ہو گا دیکھیں گے جب کچھ ہو گا فیصلہ کریں گے فرمایا اس بات نے انہیں تباہ کر دیا سو تم یہ کرنے میں اللہ کی اطاعت میں اور نیکی کی طرف بڑھنے میں کبھی تاخیر نہ کرو کسی دُنیوی کمال پہ فخر نہ کرو اور اس پر گھمنڈ کرتے ہوئے اللہ کی اطاعت مت چھوڑو میں بڑا رئیس ہوں مجھے کیا ضرورت ہے میں بڑا ڈاکٹر ہوں مجھے کیا ضرورت ہے میں بڑا انجینئر ہوں مجھے کیا ضرورت ہے میں بڑا فلاسفر ہوں مجھے کیا ضرورت ہے فرمایا اگر تم غور کرو تو یہ انجینئرنگ یہ فلسفہ یہ ڈاکٹری تمہیں کہاں سے ملی اور یہ بھی تو اس کی عطا ہے اور اس کا شکر نہیں کرتے یعنی جس بات پہ اکڑ رہے ہو یہ تم نے کہاں سے لی کس نے تمہیں عقل دیا کس نے یہ کائنات تخلیق کی کس نے اس کے اصول بنائے جن میں سے تھوڑا سا سمجھ کر تم اکڑ رہے ہو اور تم یہ نہیں سمجھتے کہ اس بڑی وسیع کائنات میں کتنے وسیع قانون ہیں جنہیں تم نہیں جان سکتے تو اللہ کی عظمت ہر حال غالب ہے اور انسان کو اگر کوئی تھوڑا بہت کمال مل جائے تو یہ اس کی عطا ہے اور مزید شکر کا مقام ہے اسے حجاب نہیں بننا چاہیے۔

اللہ کریم توفیق عمل عطا فرمائیں۔

خصوصی نمبر
خوشبو خوشبو

ہمارا اگلا شمارہ (فروی مارچ)
حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کے ارشادات،
ہدایات اور بیانات پر مشتمل ہو گا۔

ایڈیٹر
المرشد

اعمال کے نتائج

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

رب جلیل نے سورہ اعراف میں بنی اسرائیل کے اذکار میں بنی اسرائیل ہی میں سے ایک قوم کا تذکرہ بطور مثال فرمایا ہے جس میں لوگوں کے کردار پر مرتب ہونے والے نتائج اور عمل کے انجام کی خبر دی ہے ہوتا یہ ہے کہ جب شعور بخشا گیا کہ وہ اپنے لئے راستہ منتخب کر سکے تو پھر اسے قوت عمل بھی دی گئی اور اس کی قوت عمل اس کے شعور کے تابع کر دی گئی اور اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے انسان کے علاوہ جو مخلوق ہے اس کا عمل اس کی جبلت کے تابع ہے قدرتی طور پر ہر جانور کو اللہ نے کچھ خاص عادات عطا فرما دیے ہیں اور وہ اس طرح کرنے پہ مجبور ہے اس کا مزاج ہی ایسا ہے کہ اس طرح سے کرتا رہتا ہے انسان کے ساتھ یہ پابندی نہیں ہے بلکہ میں نے شاید اسرار التنزیل میں کہیں لکھا بھی ہے کہ جب آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ و السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا تو سجدہ کمال اطاعت کی دلیل ہے اس سے مراد یہی تھی آدم علیہ الصلوۃ و السلام معبود نہیں تھے مراد یہی تھی کہ دنیا میں ہر عمل جو ہے اس کا اظہار تو مخلوق سے ہوتا ہے لیکن اس عمل کو انجام دینے والے فرشتے ہوتے ہیں حتیٰ کہ بارش برستی ہے تو ایک ایک قطرے کو اس کی جگہ پر پہنچانا یہ فرشتوں کا کام ہوتا ہے اس کے ایک ایک قطرے کے ساتھ ایک ایک فرشتہ ہوتا ہے ایک غذا کھانے کے عمل کو کھانے چبانے حلق سے اتارنے معدے میں پہنچانے اسے معدے میں حل کرنے پھر اس سے مختلف اجزاء کو تقسیم کرنے اور پھر اس سے گوشت خون ہڈیاں بنانے کا ہر ہر عمل جو ہے اس پر الگ الگ فرشتہ متعین ہے صحت و بیماری کا جو مسئلہ اس میں مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اللہ کریم جب کسی کو بیماری میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں تو کسی ایک عمل پر ڈیوٹی والے فرشتے کو روک دیتے ہیں یا سست فرما دیتے ہیں وہ اپنے کام میں سستی کرنے لگتا ہے یا جس حد تک اسے اجازت ہوتی ہے اتنا دکھاتا ہے وہ عمل جب بدن میں ایک سست ہوتا ہے دوسرے اس کی نسبت زیادہ ہوتے ہیں تو وہ ان بیلنس ہو کر بیماری پیدا ہوتی ہے جب رب کریم چاہتے ہیں اسے شفا ہو اسے حکم دے دیتے ہیں وہ اپنی ڈیوٹی پوری طرح ادا کرنے لگ جاتا ہے۔

ان کل نفس لمّا الی حافظ تیسرے پارے کی اس آیہ کریمہ کے تحت مولانا تھانوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس پہ بحث فرمائی ہے کہ اگر یہ سارا نظام اس طرح سے نہ ہوتا اور ہر ہر امر پہ محافظ فرشتے نہ ہوتے تو کم از کم جو لوگ ایمان قبول

کرتے ہیں انہیں شیاطین زندہ نہیں رہنے دیتے ان کا جینا حرام کر دیتے ان کے لیے پریشانیاں ہی پریشانیاں ہوتیں لیکن وہ نہیں کر سکتے کہ محض انسان نہیں ہے اس کا ہر ہر جو قدم ہے ہر ہر جو تبدیلی ہے اسے انجام دینے کے لیے فرشتہ موجود ہے بعض امور ایسے ہیں جن کو عام آدمی بھی سمجھتا ہے یہ تو ذرہ زیادہ باریک بینی کی بات ہے لیکن بعض امور ایسے ہیں جیسے ہم سمجھتے ہیں کہ روح قبض کرنا فرشتوں کا کام ہے موت پر عمل درآمد کرنے والا پورا ایک محکمہ ہے فرشتوں کا جو ملک الموت کے تابع لیکن آدمی دوسرے آدمی کو گولی مارتا ہے اس کی موت واقع ہو جاتی ہے اس کا مطلب ہے کہ اس کے عمل پر فرشتے جو ہیں وہ نتیجہ مرتب کر لیتے ہیں حالانکہ رب کریم کی طرف سے اس کی جواب طلبی ہوتی ہے کہ تو نے کیوں اس کو قتل کیا تجھے اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی ایک انسان کو قتل کرنا پوری انسانیت کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔

تو یہاں سے اس فرشتوں کے سجدے کی وہ جو نتیجہ یا وہ جو مراد ہے سمجھ آتی ہے کہ اللہ نے انسان کو اپنے فعل کا اختیار دیا اور تمام فرشتوں سے اس کی اطاعت کا عہد لیا کہ یہ غلط کرتا ہے یا صحیح یہ پوچھنا میرا کام ہے لیکن جو یہ کرتا ہے یا جس کام کا یہ ارادہ کرتا ہے یا جس کے لیے ہاتھ پاؤں ہلاتا ہے اس پر تم اعتراض نہیں کرو گے کہ یہ گناہ ہے یا ثواب ہے یا نیکی ہے یا غلط ہے ظلم ہے یا انصاف ہے جو یہ کرنا چاہے گا تم کرو گے یعنی بے چون و چراں اطاعت کرو گے لہٰذا انسان کے سامنے میدان عمل کھلا ہے وہ سجدہ کرتا ہے تو کوئی اس کی گردن پکڑ کر روکتا نہیں نہیں کرنا چاہتا تو کوئی اس کو بالوں سے پکڑ کر اسے جھکاتا نہیں وہ حرام کھاتا ہے تو بھی اس کے پیٹ میں ہضم ہو جاتا ہے حلال کھاتا ہے تو بھی ہضم ہو جاتا ہے جو فرشتے نظام ہضم پہ یا حلق سے اتارنے پہ اس کی ڈسٹریبوشن پر لگے ہوئے ہیں اعتراض نہیں کرتے حلال ہے یا حرام ہے یہ اللہ کی مرضی کہ حرام پہ جو نتائج مرتب کرتا ہے یا حلال پہ وہ خود مرتب کرتا رہتا ہے فرشتے نہیں روکتے کہ بھئی آج تم نے حرام کا لقمہ کھایا یہ ہضم نہیں ہوگا ہم واپس کر رہے ہیں ایسا نہیں کرتے تو اس بات کو واضح کرنے کے لیے رب کریم نے یہ مثال عطا فرمائی۔

کہ لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو برائی میں اللہ کی نافرمانی میں اپنی کمر باندھ لیتے ہیں ایمان سے محروم ہوتے ہیں اطاعت الٰہی نہیں کرتے ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے جو نہ صرف اطاعت کرتا ہے بلکہ اطاعت الٰہی کے لیے کوشاں رہتا ہے دوسروں کو بھی اللہ کی نافرمانی سے روکنے کی سعی کرتا ہے لیکن ایک تیسرا طبقہ بھی ہوتا ہے جو کہتے ہیں ہم تو گناہ کرتے نہیں کوئی کرتا ہے تو وہ اس کا جواب خود دے گا ہماری اس سے کیا ذمہ داری ہے وہ جانے اس کا کام جانے۔ یہاں اللہ کریم اس تیسرے طبقے کا انجام جو ہے وہ ارشاد فرما رہے ہیں. چونکہ اگر وہ نیکی کرتے ہیں اور برائی نہیں کرتے لیکن برائی کو نہ روکنا بھی برائی ہے صرف یہ نہیں کہ برائی کرنا برائی ہے برائی کو نہ روکنا بھی برائی ہے تو اللہ کریم نے یہاں ذکر فرمایا کہ **وسئلهم عن القرية التي كانت حاضرة البحر** اللہ کے امتحان بھی عجیب ہوتے ہیں اور جو امتحان ہوتا ہے اس میں دونوں صورتیں بلکہ دوسری صورت زیادہ

آسان فرما دیتا ہے اگر یہ امتحان ہے کہ فجر کی نماز اٹھ کر پڑھی جائے تو سحری کی نیند جو ہے ساری رات کی نسبت زیادہ قوی کر دیتے ہیں زیادہ محبوب کر دیتے ہیں اگر روزہ رکھنا امتحان ہے تو روزہ نہ رکھنے کے جو ہیں امکانات وہ بڑھا دیے جاتے ہیں ادھر آدمی کو آسانی دے دی جاتی ہے یہی تو امتحان ہے کہ ایک طرف سے آسانیاں چھوڑ کر دوسری طرف کی مشکلات کو کس کے لیے کس کی خاطر کس وجہ سے گلے لگاتا ہے اور اگر اطاعت کا راستہ سہل کر دیا جائے اور نافرمانی کا راستہ مشکل ہو یہ تو پھر بندوں کو گھیر گھار کر اطاعت پہ مجبور کرنے والی بات ہے پھر وہ حکماً اطاعت کروا لے ایک حکم دے دے کہ جو نماز نہیں پڑھے گا ہوا میں سانس نہیں لے سکے گا اس کا پانی حلق سے نیچے نہیں جائے گا تو کون بدبخت ہے جو نہیں پڑھے گا یہ تو پھر زبردستی والی بات آ گئی نا اس لیے آسانی ہمیشہ دوسری طرف کر دی جاتی ہے تاکہ آدمی کے عزم کا اس کی جرات کا اس کی ہمت کا اندازہ ہو ہمارا خیال الٹا ہے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ نیکی آسان ہو جائے قانون فطرت یہ ہے کہ نافرمانی اور برائی کے مواقع آسان ہوتے ہیں عظمت انسانی یہ ہے کہ باوجود اس آسانی کے وہ برائی میں نہیں گرتا اور باوجود مشکلات کے نیکی کو اختیار کرتا ہے ایک آدمی سو سال ڈیڑھ سو سال زندہ رہتا ہے ساری عمر سجدے کرتا رہتا ہے پھر بھی ہر سجدے کے لیے اسے خود کو آمادہ کرنا پڑتا ہے یہ کبھی نہیں ہوتا کہ اسے اس کا اہتمام نہ کرنا پڑے جب بھی اگر وہ اہتمام چھوڑ دے گا اس کی نماز رہ جائے گی آپ ساری عمر ذکر کرتے رہیے ہر ذکر کے لیے خود کو پھر سے آمادہ کرنا پڑے گا۔ مجھے ذکر کرنا ہے ورنہ ہر ذکر پر سستی غالب آئے گی اور اگر یہ چیز درمیان سے اٹھ جائے تو پھر تو فرشتے کی طرح ایک روٹین بن گئی پھر ثواب کس بات کا۔ ہم جس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ مجھے سحری اٹھنے کے لیے اہتمام نہ کرنا پڑے مجھے ذکر کے لیے بلکہ یہ ایک بن جائے طبیعت ثانیہ یہ از خود بخود ہوتا رہے تو اگر طبیعت ثانیہ بن جائے تو طبیعت ثانیہ تو فرشتے کی ہے تو اسے اس پر ترقی درجات تو نہیں ملتی **وما منا الا لہ مقام معلوم** ۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے ایک مقام معلوم پہ کھڑا ہے کب سے فرشتے پیدا ہوئے کب تک رہیں گے ان میں ایسے بھی ہیں جو پیدا ہوئے تو سجدے میں ہیں اور ہمیشہ سجدے میں رہیں گے ایسے بھی ہیں جو پیدا ہوئے تو رکوع میں ہیں اور ہمیشہ رکوع میں رہیں گے اور جو رکوع و سجود میں نہیں ہیں ان میں سے بھی **لا یعصون اللہ ویفعلون ما یومرون**۔ کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کچھ کرتے ہیں جس کا حکم دیا جاتا ہے تو اس سب کے باوجود انہیں ترقی نصیب نہیں ہوتی اس لیے کہ دوسری طرف کوئی مانع نہیں ہوتا انہیں اسی طرف اسی کام کی طرف چلنا ہوتا ہے۔

تو یہاں فرمایا اس قانون کی وضاحت فرمائی کہ وہ بستی کنار دریا تھی بنی اسرائیل کی۔ ان پر امتحان یہ رکھ دیا کہ تم ہفتے کے روز یوم السبت کو مچھلیاں نہیں پکڑو گے لیکن دوسری طرف یہ کر دیا **اذ تاتیھم حیتانھم یوم سبتھم شرعا**۔ سارے دریا کی مچھلیاں ہفتے کو کنارے پر آ جاتی تھیں پانی بھر جاتا تھا مچھلیوں سے جدھر دیکھو مچھلیاں ہی مچھلیاں پھر رہی ہیں اور **ویوم لا یسبتون** ان کا سبت یا ان کی چھٹی نہیں ہوتی تھی **لا تاتیھم** تو نظر نہیں آتی تھیں۔ عام جس طرح

روٹین ہوتی ہے دریاؤں میں سے ایک مچھلی تلاش کرنے کے لیے گھنٹوں کانٹا ڈال کر بیٹھو وہی حال ہوتا تھا اور جس دن منع تھا مچھلیوں کو پکڑنا اللہ کی شان یہ ہے کہ ساری مچھلیاں گھیر گھار کر کنارے بھیج دیتا تھا کیوں؟ **کذالک نبلوھم بما کانوا یفسقون** یہی ان کا امتحان تھا کہ جو بدکار ہیں۔ وہ رہ نہیں سکیں گے وہ انہیں پکڑیں گے وہ اللہ کے حکم کی پرواہ نہیں کریں گے تو پھر انہوں نے ایک حیلہ نکالا آج کل بھی ہم حیلوں پہ زندہ رہتے ہیں مجھ سے ایک دوست پوچھ رہے تھے دو سال پہلے کہ ہمارے پاس زیور ہے سونا ہے۔ اس پر زکوٰۃ دینے کے لیے تو اتنے ساڑھے سات تولے ہونا چاہیے تو ہم نے اسے کم کر کے بچوں میں بانٹ دیا ہے تو اس پر تو زکوٰۃ نہیں ہو گی میں نے کہا بالکل زکوۃ نہیں ہو گی اگر آپ نے ان بچوں کو آپ نے ایسا ملک بنا دیا ہے کہ اسے بیچ سکتے ہیں خرید سکتے ہیں ضائع کریں رکھیں یہ ان کی تاویل میں ہے پھر تو ٹھیک ہے لیکن اگر تاویل میں آپ کی ہے بیچنا یا اسے رکھنا یہ آپ ہی کی ذمہ داری ہے بچوں کے صرف نام لگا دیا ہے پھر زکوٰۃ ہو گی۔ نہیں نہیں کیسے ہو گی ہم نے ان کو دے دیا ہے؟ میں نے کہا آپ نے نہیں دیا ہے آپ جھوٹ بولتے ہیں دے دیا ہے زکوۃ نہ دینے کے لیے دے دینے کا شرعی اعتبار یہ ہے کہ آپ نے جس بچے کو دے دیا اس کے سپرد کر دیا وہ اسے ضائع کر دے اسے بیچ کر کھا جائے اسے سنبھال کر رکھے نہ رکھے اس کی ذمہ داری ہے اس کی زکوٰۃ آپ پر نہیں ہے وہ اس بچے پر ہے پھر اس کا معیار ساڑھے سات تولے ہے۔ آپ پر نہیں ہے وہ اس بچے پر ہے پھر اس کا معیار ساڑھے سات تولے ہے یا اس سے کم ہے یا نہیں ہے یہ اس کا مسئلہ ہے لیکن آپ نے اگر دو کلو سونا رکھا ہوا ہے آپ کے بارہ بچے ہیں اور آپ نے سات سات تولے سب کے نام کر دیا ہے یہ اس کا نہ یہ اس کا۔ لیکن قابو آپ نے کیا ہوا ہے اسے استعمال کرنا یا اسے بیچنا خریدنا یا اسے سنبھالنا یہ آپ کے ہے زیر دست تو مال آپ کا ہے یہ محض حیلہ سازی ہے تو یہ ایک ادنیٰ سی مثال ہے اس طرح سے ہمارے پورے عمل میں بے شمار مثالیں اور تاویلیں ملتی ہیں جہاں ہم حرام کو حلال کر لیتے ہیں ناجائز کو جائز کر لیتے ہیں اور غیر شرعی امور کو اپنی پسند کے مطابق ہم کوئی نہ کوئی تاویل کر کے ڈال لیتے ہیں۔ یہ سب سے خطرناک وطیرہ ہے ذات باری کے ساتھ۔ اسی بات سے یہاں آگاہ فرمایا جا رہا ہے انہوں نے بھی ایک حیلہ نکالا انہوں نے ایسا کیا کہ انہوں نے کہا کہ جی مچھلیاں پکڑنا تو گناہ ہے ہم نہیں پکڑتے انہوں نے دریا کے کنارے دور جا کر بڑے بڑے تالاب اور کھڈے سے بنا دیے اور وہاں سے دریا تک ایک تنگ نالی بنا دی اب وہ نالی میں پانی چھوڑا تو وہ کھڈے بھی بھر گئے مچھلیاں بہت زیادہ ہوتی تھیں وہ نالی سے گزر کر ان کھڈوں میں چلی جاتیں جب وہ گڑھے بھر جاتے تو وہ نالی میں سلیں رکھ کر اسے بند کر دیتے مچھلیاں تو دریا کے پانی ہی میں رہتیں پکڑتے نہیں تھے لیکن واپسی کا راستہ روک دیتے دوسرے دن پکڑ لیتے اب ان میں تین طبقے بن گئے جو پکڑتے تھے وہ بھی کہتے تھے گناہ نہیں ہے مچھلی نہیں پکڑتے ہم تو صرف پانی میں پتھر رکھ دیتے ہیں مچھلیاں تو پانی میں آزاد ہیں پھر ہم دوسرے دن تو حلال ہیں ہم دوسرے دن پکڑتے ہیں

واذ قالت امۃ منھم لم تعظون قوما اللہ مھلکھم او معذبھم عذابا شدیدا پھر ایک طبقہ انہیں منع کرتا کہ یہ بدمعاشی ہے اللہ کریم کے ساتھ ہیرا پھیری نہیں چلتی ادھر تم نے انہیں گھیر کر واپسی کا راستہ بند کر دیا پکڑنے میں کیا کسر رہ گئی تم نے جال میں نہیں پھنسایا یا ہاتھ سے نہیں پکڑا لیکن انہیں قید تو کر دیا پکڑی تو گئیں وہ کہتے تھے میاں پکڑنے سے مراد ہے کہ آپ انہیں پکڑ کر گھر لے جائیں پانی سے نکال لیں یا جال میں پھنسا لیں پانی میں آزاد ہیں تیسرا طبقہ تھا اس نے کہا بھئی ان سے کیوں جھگڑتے ہو۔

لم تعظون کیوں تم وعظ نصیحت کرتے ہو کیوں منع کرتے ہو یہ ایک ایسی قوم ہے جنہیں اللہ ہلاک کرنا چاہتا ہے اللہ انہیں عذاب دینا چاہتا ہے یہ اپنی تباہی کو دعوت دے رہے ہیں انہیں تباہ ہونے دیں یہ وہ لوگ تھے جو خود پکڑتے نہیں تھے لیکن کہتے تھے ہمیں کیا دوسرے کرتے ہیں تو کرتے رہیں میں چوری نہیں کرتا کوئی کرتا ہے تو اپنا کرتا رہے جب میں بدکاری نہیں کرتا میں جوا نہیں کھیلتا میں شراب نہیں پیتا میں جھوٹ نہیں بولتا دوسرا بولتا ہے تو اس کی ذمہ داری ہے کرتا رہے۔ لیکن جو منع کرتے تھے انہوں نے کہا ہم اس لیے نہیں کر رہے کہ یہ بات ہماری ضرور مانیں' مانیں یا نہ مانیں۔

قالو امعذرۃ الیٰ ربکم ہم اپنے پروردگار کے سامنے خود کو سرخرو کرنا چاہتے ہیں' یا اللہ ہم نے تیرا پیغام ان تک پہنچایا اور بات منوانے کی کوشش کی جہاں تک ہمارا اختیار تھا وہاں تک ہم نے اپنی طاقت استعمال کی اگر وہ باز نہیں آتے تو وہ جائیں دوسری بات یہ بھی ہے کہ جب تک انسان میں زندگی ہے دنیا پر موجود ہے اس کے پاس توبہ کا موقع موجود ہے کسی بھی آدمی کو خطاؤں میں گھرا دیکھ کر یہ طے کر لینا کہ اب یہ جہنمی ہو گیا یہ ممکن نہیں ہے کسی بھی آدمی کو کفر میں دیکھ کر یہ طے کر لینا کہ یہ کفر ہی پر مرے گا یہ صحیح نہیں ہے جب تک وہ دنیا میں ہے اس کے پاس مہلت ہے۔

ولعلھم یتقون○ شاید اللہ کرے یہ بھی توبہ کر لیں تو اللہ کی مخلوق ہے اللہ کے بندے ہیں انسان ہیں ممکن ہے ان میں سے جو توبہ کر لے وہ ہمارے لئے بھی نجات کا سبب بن جائے اور خود بھی وہ اللہ کے عذاب سے بچ جائے ہم کیوں منع نہ کریں کیوں کوشش نہ کریں اللہ کریم فرماتے ہیں ہر کام کی ایک حد ہوتی ہے ایک درخت اگتا ہے بعض پودے چھ مہینے میں اپنا پھل دے جاتے ہیں بعض ایسے ہوتے ہیں جو چھ برسوں میں جا کر جوان ہوتے ہیں اگ کر بڑے بڑے درخت بنتے ہیں تو ان پر پھل لگتا ہے لیکن پھل ہر ایک پہ لگتا ہے اپنا اپنا اس کا وقت ہے نتیجہ ہر کام کا سامنے آتا ہے اس کی وقت کی جو تعین ہے وہ ہر ایک کام کی اس کے اپنے اعتبار سے الگ ہوتی ہے فرمایا **فلما نسوا ماذکروا بہ** جب وہ اس درجے کو پہنچ گئے کہ وہ اللہ کے احکام پر یا وعظ و نصیحت پر یا ذکر پر کان ہی نہیں دھرتے تھے یعنی شروع شروع میں تو انہوں نے حیلے سے شروع کیا کہ یہ نافرمانی نہیں ہے پھر اسے کرتے کرتے ایسے عادی ہو گئے کہ وہ گناہ اور وہ برائی ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی اور اس کے خلاف سننا انہیں گوارا ہی نہیں تھا۔

جیسے ہمارے معاشرے میں آپ نے دیکھا ہو گا جب یہاں ہندو مسلم سارے لوگ مل کر رہتے تھے

انگریزوں کی حکومت تھی تو بہت سی باتیں ایسی تھیں جو مسلمان پسند نہیں کرتے تھے مثلاً انگریزوں کے کلب ناچ وغیرہ ہندوؤں کے یہ شور شرابے گلیوں میں اور پر خصوصاً گلی میں مسجد کے پاس سے جب راستہ گذرتا تو ہندوؤں کی اگرچہ وہ عبادت ہوتی تھی وہ ڈھول باجے بجانا اور اس پہ گاتے ہوئے گذرنا لیکن مسجد کے قریب مسلمان انہیں چپ کرادیتے تھے مسجد کے احترام میں ہندو بھی خاموشی سے گذرتے تھے لیکن جب سے لوگ آزاد ہوئے وہ قومیں گئیں جو چیزیں ناپسندیدہ تھیں رفتہ رفتہ وہ شروع ہوئیں اور اس کے بعد اب نوبت ایسی ہے کہ وہ تہذیب کا حصہ بن چکی ہیں T.V پر گانا جس کی بیٹی گا رہی ہو وہ فخر کرتا ہے کلب میں ناچنا جس کی بہو بیٹی بہنیں بیوی بھائی ناچ رہے ہوں وہ اس پہ فخر کرتا ہے کبھی وہ اسے بہت برا سمجھتے تھے یہ کافر ہیں یہ انگریز ہیں یہ ان کا طریقہ ہے اب وہ ایسی مزاج میں رچ بس گئی ہے کہ اب جو منع کرے وہ برا لگتا ہے یہ کیسا غیر مہذب جاہل آدمی ہے یہ عجیب بات کرتا ہے اس زمانے میں۔ یہ وہ درجہ ہوتا ہے جہاں اللہ کی گرفت آجاتی ہے جب گناہ کو تہذیب کا حصہ سمجھ لیا جائے گناہ سے روکنے کو یا اطاعت الٰہی کو خلاف تہذیب سمجھا جائے تو یہ وہ مقام ہوتا ہے جس پر گرفت آجاتی ہے۔ فرمایا **فلما نسوا ماذکّروا بہٖ** جب وہ باتیں بھول بھال گئیں جن کی نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے الگ کر دیا۔

انجینا الذین ینھون عن السوٓء ان لوگوں کو جو برائی سے روکا کرتے تھے انہیں نجات دے دی انہیں بچا لیا انہیں الگ کر لیا **واخذنا الذین ظلموا بعذاب بئیس بما کانوا یفسقون○** اور بہت ہی برے عذاب میں پکڑ لیا ان ظالموں کو جو برائی کرتے تھے تین طبقے تھے یہاں تیسرے کا ذکر نہیں ہے یہاں صرف دو رہ گئے ایک وہ جن پر عذاب ہوا ایک وہ جنہیں نجات مل گئی تو گویا جو لوگ الگ بیٹھے رہے کہ ہم مچھلیاں پکڑتے تو نہیں ہیں لیکن جو پکڑتا ہے پکڑے ان سے ہمارا کیا اللہ نے ان کو انہیں کے حساب میں شمار فرمایا الگ نہیں شمار فرمایا۔ یعنی گناہ پر رضامندی یا گناہ کو قبول کر لینا یا گناہ کو برداشت کر لینا ہی گناہ میں معاونت اور گناہ میں شمولیت کے برابر ہے۔ شروع میں تین قوموں کا ذکر فرمایا ایک وہ تھے جو پکڑتے تھے ایک وہ تھے جو منع کرتے تھے ایک طبقہ وہ تھا جو کہتا تھا یار کیا ہے ان کے ساتھ شور کرتے ہو دفع کرو یہ برے لوگ ہیں کیوں ان کے منہ آتے ہو یہ آپ کو تکلیف دیں گے یہ آپ کو بھلا برا کہیں گے یہ آپ کے لیے پریشانی پیدا کریں گے جائیں جہنم میں جاتے ہیں تو آپ کی بلا سے جانے دو تو وہ جو منع کرتے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ بھئی دو باتیں ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ ہماری ذمہ داری ہے کہ حق کو بیان کرتے رہیں ہمارے ذمے ہے حق کو قبول کرنا حق پر عمل کرنا اور حق کو بیان کرنا یہ تینوں برابر کی ذمہ داریاں ہیں جو حق کو قبول کرتا ہے اس پر ذمہ داری آجاتی ہے کہ وہ اس حق پر عمل کرے اتنی ہی اس پر ذمہ داری ہے کہ وہ حق کو بیان کرے اللہ کے ساتھ تعلق کوئی چوری کا نہیں ہے خفیہ نہیں ہے باہر نکلیں تو معاشرے کے ساتھ مل جائیں اندر آئے تو معاشرے سے الگ ہو کر پارسا ہو جائے نہیں یہ نہیں جیسا دیوار یا مکان کے اندر ہے ویسا ہی سرے بازار بھی ہو گا جو نظریہ اس کے سینے میں ہے وہی اس کی

زبان پر بھی ہو گا جو عمل وہ خود کرنا چاہتا ہے اسی کی تبلیغ اور پرچار بھی کرے۔

ایک تو یہ کہ ہماری ذمہ داری ہے کہ حق کو بیان کریں اللہ کے نزدیک ہم تو سرخرو ہوں کہ بار الہا ہم نے اپنا حق ادا کیا فرض ادا کیا اور پیغام پہنچایا اور دوسری بات یہ ہے کہ ممکن ہے اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے ہی دے شاید ان میں سے کوئی توبہ کر ہی لے تو اللہ کریم فرماتے ہیں کہ اس امید پر جہاد کرتے رہے لڑتے رہے محنت کرتے رہے خود حق پر عمل کیا اور دوسروں کو حق پر عمل کرنے کی دعوت دیتے رہے مختلف ذرائع استعمال کرتے رہے برائی سے روکنے کے۔

انجینا الّذین ینھون عن السّوٓء۔ جو برائی سے روکنے والے تھے ان کو ہم نے الگ کر لیا واخذ الذین ظلموا اور باقی جو تھے وہ سارے ہی ظالم تھے ان سب کو ہم نے پکڑ لیا بعذاب بئیس بہت ہی سخت اور شدید عذاب میں بہت برے عذاب میں اس لیے کہ وہ تھے ہی بدکار۔

اور جب انہوں نے اس بات کی پرواہ نہ کی اور اس عمل کو دہراتے رہے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور باز نہ آئے۔

قلنا لھم کونوا قردۃً خٰسئین○ تو ہم نے ان پر حکم بھیج دیا کہ ذلیل بندر بن جاؤ مفسرین لکھتے ہیں یہاں کہ بالآخر انہوں نے درمیان میں دیوار بنا دی تھی ان لوگوں کے لیے جو برائی سے منع کرتے تھے ان کی انہوں نے آبادی اور بستی میں حصہ ہی الگ کر دیا کہ تم اس دیوار کے اس طرف رہو اگر تم نہیں دیکھ سکتے تو ہمیں نہ دیکھا کرو جو منع نہیں کرتے تھے ان کو ساتھ رکھا تھا۔ تو یہ شریف لوگ ہیں چلو خود بھی جو بھی کرتے ہیں ہمیں تو ڈسٹرب نہیں کرتے یہ اچھے لوگ ہیں یہ مہذب ہیں اور یہ غیر مہذب اجڈ اور گنوار ہیں یہ خود تو کھاتے نہیں ہمیں کھانے نہیں دیتے شور کرتے رہتے ہیں دیوار بنا دو جب انہیں الگ کر دیا گیا ایک روز صبح وہ اٹھے تو دوسری طرف چیخنے چلانے کی آوازیں آ رہی تھیں دیوار کے اوپر سے جھانکا تو سارا شہر ساری آبادیاں انسانوں کی جگہ بندروں سے بھری ہوئی تھیں اور اس میں مفسرین نے لکھا ہے کہ پھر وہ رو رو کر انہیں التجائیں کرتے تھے ماتھے ٹیکتے تھے اور گڑگڑاتے تھے اس حال سے ظاہر ہوتا تھا کہ اب معافی مانگنا چاہتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ کل کے سبق میں گذرا کہ جب عذاب آ جاتا ہے سامنے آ جاتا ہے ظاہر ہو جاتا ہے تو پھر توبہ کا وقت گذر جاتا ہے۔

ایک بات اور جو یہاں مفسرین نے نقل فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ جن قوموں پر عذاب ہوا اور انہیں درندے بنا دیا گیا یا بندر بنا دیا گیا یا خنزیر بعض قوموں کو مسخ کر کے بنا دیا گیا جن قوموں پر مسخ کا عذاب آیا ان کی نسل نہیں چلی نہ جانوروں کی نسل ان سے شروع ہوئی ہے یعنی اس نسل کے جانور پہلے تھے تو انسانیت کو مسخ کر کے اس طرح کے جانوروں میں تبدیل کر دیا گیا اور وہ دو دن تین دن تڑپتے چلاتے رہے اور بالآخر مر کر تباہ ہو گئے ان کی نسل نہیں چلی یہ نہ سوچا جائے کہ یہ جو بندر ہیں اس نسل کے ہوں گے یا یہ جو ریچھ ہے اس نسل کا ہو گا یا خنزیر جو ہیں یہ کبھی انسان مسخ ہوئے تھے۔ انسانوں پر مسخ کے عذاب آئے وہ بندر بھی بنے خنزیر بھی بنے مسخ ہو کر

قرآن حکیم میں ملتا ہے تبصرہ لیکن مسخ کا عذاب جس قوم پر آتا تھا اور انسان مسخ ہو کر اس جانور کی شکل میں جاتے تھے تو وہ پھر تڑپ تڑپ کر مرجاتے تھے ان سے نسل نہیں چلتی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عالی سے ایک عجیب بات ہوئی اللہ کریم نے یہ جو عمومی عذاب تھا کہ قوموں کی قومیں تباہ ہو جائیں یہ اٹھا لیا کہ چونکہ قوم ساری ایک بن گئی تھی امتیں تباہ ہوتی تھیں تو یہ امت جو ہے صرف ایک نبیؐ کی امت ہے دعوت قبول کرتی ہے یا نہیں کرتی امت دعوت تو ساری ہے نا ساری انسانیت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت تو ہے نا امت کے دو حصے ہوتے ہیں ایک وہ جسے امت دعوت کہا جاتا ہے وہ افراد جن کی طرف نبی علیہ السلام مبعوث ہوا اور امت کا دوسرا حصہ وہ جو قبول کرتے ہیں جو ایمان لاتے ہیں تو ایمان لانے والے اگرچہ تھوڑے ہوں لیکن دعوت تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری انسانیت کی طرف ہے تو اگر تباہ ہو گی تو پھر ساری انسانیت تباہ ہو جائے گی تو اللہ نے انسانیت سے عمومی غرق کا عذاب اٹھا لیا اگرچہ انفرادی طور پر یا کچھ بستیاں یا شہر کچھ حصے غرق ہوتے رہتے ہیں تباہ ہوتے رہتے ہیں لیکن ساری انسانیت اجتماعی طور پر تباہ ہونے سے بچ گئی۔

دوسرا یہ ہوتا تھا کہ وہ لوگ نیکوں کو یا نیکی کو یا ان برکات کو الگ کر دیتے تھے چونکہ وہ محدود ہوتی تھی نیکی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے آپؐ کی برکات پورے روئے زمین پر پھیل گئیں اور ہر جگہ کوئی نہ کوئی اطاعت گذار کوئی نہ کوئی ماننے والا کوئی نہ کوئی قبول کرنے والا اور اس کے طفیل ان انوارات کا وہاں پہنچنا رہتا ہے جس وجہ سے ساری انسانیت اجتماعی عذاب سے محفوظ ہو گئی لیکن ایک عجیب بات محققین نے لکھی ہے کہ مسخ کا عذاب جو ہوتا تھا---- جیسا کوئی عمل کرتا ہے اس کی روح اس کا باطن اس کا ضمیر ویسا بن جاتا ہے جیسا اس کا کردار ہوتا ہے اور سید عطا اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ ایک بڑا مزے دار مقولہ فرمایا کرتے تھے اللہ انہیں غریق رحمت کرے بہت مزے کے آدمی تھے وہ فرماتے تھے کہ پہلی امتیں تباہ ہوتی تھی تو بندر ریچھ بنتے تھے یہ امت جب تباہ ہوتی ہے تو صاجزادے بن جاتے ہیں ریچھ بندر نہیں بنتے لیکن صاجزادے بن جاتے ہیں اور واقعی ان کا جملہ بہت قیمتی تھا ہماری تباہی میں بہت بڑا حصہ صاحب زادگان عالی کا ہے آپ بڑی بڑی خانقاہوں میں دیکھیں تو صاحب زادے مسلط ہیں بڑے بڑے علمی خانوادوں میں دیکھیں تو صاحب زادے مسلط ہیں صرف اس بات پر وہ گدی نشین ہو گئے کہ وہ فلاں کا بیٹا ہے۔ کیا انہوں نے کچھ نہیں۔آپ سیاسیات میں دیکھیں تو گزشتہ نصف صدی سے صاحب زادے مسلط ہیں کوئی دوسرا قریب نہیں آ سکتا جس کا باپ وزیر تھا بیٹا وزیر ہو گا۔ اس کا بھانجا وزیر ہو گا یعنی سیاسیات سے لے کر دینیات تک صاحب زادے مسلط کر دیے اللہ کریم نے اور سارا ملک جو ہے صاحب زادوں کے ہاتھوں میں ہے اور اس لیے یہ سارا ملک دن بدن تباہی کی طرف جا رہا ہے واقعی سید عطا اللہ شاہ رحمت اللہ علیہ کی بات یاد آتی ہے وہ فرماتے ٹھیک ہی تھے کہ مسخ اب بھی ہوتا ہے ریچھ بندر نہیں بنتے صاحب زادے بن جاتے

ہیں۔

اللہ کریم ہمیں وہ قوت عمل دے کہ ہم صاحب زادوں سے نجات حاصل کر کے اختیارات اور اقتدار ان لوگوں کے سپرد کر سکیں جن میں اہلیت و استعداد ہے جنہیں وہ شعور اور جن میں اللہ نے وہ استعداد رکھی ہو جو حق کو قبول کرنے والے ہوں اور اللہ کریم ہمیں اس اجتماعی عذاب سے گلو خلاصی بخشے اور ہمت دے میرے خیال میں ہم بھی اس درجے پر چلے گئے ہیں کہ ہم تو نماز پڑھ لیتے ہیں کوئی نہیں پڑھتا تو کیا ہوا وہ اس کی ذمہ داری ہے تو یہ سوچ جو ہے آدمی کو اسی فریق کے ساتھ کھڑا کر دیتی ہے ہماری ذمہ داری صرف حق کو قبول کرنا حق پر عمل کرنا ہی نہیں ہے حق کو سر میدان منوانا بھی ہماری ذمہ داری ہے حق کو سر میدان بیان کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے حق کے غلبے کے لیے ہر امکانی کوشش کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے اس کے علاوہ آدمی رحمت باری کو نہیں پا سکتا اور اگر احقاق حق نہیں کر سکتا تو اس کا حق پر عمل کرنا یا نہ کرنا برابر ہے وہ حق کو حق کہہ نہیں سکتا تو اس نے کب مانا۔ ماننے کا مزا تو یہ ہے نا کہ بڑی مجبوری میں بھی آپ نے حالات پڑھے صحابہ کبار کے ابتدائے اسلام میں تو انہیں صرف اس بات پہ مجبور کر کے سزائیں دی جاتی تھیں کہ زبان سے کہہ دو کہ ہم اللہ کی توحید کا انکار کرتے ہیں مانتے رہو دل سے مانے رکھو زبان سے تو وہ کہتے تھے ہم کیسے کہہ دیں ہے ہی ایک ہے ہی واحد لاشریک ہم کیسے کہہ دیں وہ نہیں ہے یعنی ان سے زبانی یہ کہنا ممکن نہیں تھا اس لیے کہ وہ اس حقیقت کو اتنی گہرائی سے قبول کر چکے تھے وہ کہتے تھے اس کے خلاف ہماری زبان سے بات نہیں نکلتی تم قتل کروانا چھوڑ دو تو حق کو قبول کرنے کا معیار تو یہ ہے کہ آپ نے حق کو، یہ جو معذرت خواہانہ اسلام ہے ہم جو ڈرتے ڈرتے کہتے ہیں کہ جی میں مسلمان ہوں شرمندہ شرمندہ سے تو یہ حق کو قبول کرنے والی بات نہیں ہے حق کو قبول کرنے کی بات یہ ہے کہ ڈنکے کی چوٹ کہو کہ الحمدللہ میں مسلمان ہوں اور اس لیے مسلمان ہوں کہ یہ حق ہے کوئی اس پہ خفا ہو یا راضی رہے کسی کو وہ بات پسند آئے یا نہ آئے لیکن آپ نے اسے حق سمجھ کر قبول کیا حق پہ قائم رہے تو یہ جو ہم شرمندہ شرمندہ سے کبھی انگریزوں جیسی شکل بناتے ہیں کبھی ان جیسے لباس کبھی ان جیسے عادات و اطوار اور خود کو تھوڑا سا ان میں ملا کر غیر قوموں میں ملا کر اپنے اسلام کی شرمندگی سے بچانا چاہتے ہیں تو یہ تو کوئی معاذ اللہ کوئی گھٹیا سا کام ہے۔ بڑی کوئی تہذیب سے گری ہوئی بات ہے جو ہمارے گلے پڑ گئی تو ہم خود کو مہذب ثابت کرنے کے لیے۔ تو میرے خیال میں یہ معذرت خواہانہ اسلام جو ہے اللہ اسی پہ نجات دے دے ہمیں تو کوئی اعتراض نہیں لیکن جو قانون ہے جو طریقہ ہے وہ یہ بتا رہا ہے کہ یہ نجات کا ذریعہ نہیں بنے گا قانون قدرت جو ہے قانون فطرت جو ہے یہ بتا رہا ہے کہ اس بات کو اللہ قبول نہیں فرمائیں گے بلکہ اللہ اس بات کو قبول فرمائیں گے جو چھپتے ہوئے کرتے سے ہو لیکن سر میدان ہو سر بازار ہو باطل کے سامنے آپ حق کو حق کہہ سکیں پھر تو بات ہے اللہ کریم ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

خطوط

عزیزم اللہ نور صاحب۔ عاقبت بخیر باد

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ' آپ کا مکتبوب ملا کتاب ارسال ہے ۔ آپ کے ساتھی طالب علم ہیں اس لیے توقع ہے کہ انہوں نے حصول علم کی نیت ے سوال پوچھے ہوں گے۔ جواب حاضر ہیں۔

(۱) پہلے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عزیز کو تصوف اور کرامت دونوں کے متعلق واقفیت نہیں ہے تصوف کیا ہے؟ قرآن و سنت پر اس طریقے سے عمل کرنے کی تربیت دینی جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو سکھایا مگر اس پر عمل کرنے کی دو شکلیں ہیں ایک ہے عمل کرنے کی صورت ایک ہے حقیقت۔ صورت صرف ضابطے کی کارروائی ہے اور حقیقت مطلوب ہے اور وہ حاصل ہوتی ہے اخلاص سے جس کا نام حدیث کی اصطلاح میں احسان ہے تصوف تو عمل کی روح یعنی اخلاص پیدا کرنے کا طریقہ سکھاتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے قلب کا تعلق اللہ تعالیٰ سے اس طرح جوڑا جائے کہ پہلے شناسائی ہو پھر میلان ہو پھر محبت پیدا ہو جائے یہی وہ شے ہے جسے قرآن کریم نے یوں لکھا ہے کہ **والذین امنوا اشد حبا اللہ** اب تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ تصوف کے بغیر سے مراد یہ ہوئی کہ اخلاص اور احسان کے بغیر جب قرآن و سنت پر عمل ہو گا وہ صورت عمل ہو گی حقیقت عمل نہ ہو گی اس سے آدمی جرمانہ سے تو بچ جائے گا مگر اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا نہیں ہو گی۔ رہی کرامت کی بات تو "مل سکتی ہے" میں اس کا جواب پوشیدہ ہے وہ یوں کہ دینے والا دے تو مل سکتی ہے اگر نہ دے تو کیونکر ملے گی اور دینے والے کو کوئی مجبور کر سکتا ہے؟ وہ دینا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا۔ نہ دینا چاہئے تو کوئی زبردستی لے نہیں سکتا۔ جب بات اس کی مشیت اور پسند پر ہے تو آدمی اس کی فکر میں کیوں ہلکان ہو۔

پھر دیکھنا یہ ہے کہ کرامت کیا شے ہے۔

اس کی ضرورت کیا ہے۔ اور کیا وہ امر مطلوب ہے یا محض اللہ کا انعام یا امتحان ہے اور اگر انعام ہے تو کیا انعام کی صرف ایک ہی صورت ہے یا اس کے خزانے میں انعام کی لاکھوں صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۲) دوسرا سوال کہ صوفیائے کرام نے جہاد کی ترغیب کیوں نہیں دی۔ اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ عزیز کو جہاد کا مفہوم بھی معلوم نہیں اگر حضور

اکرمؐ کی اس حدیث پر ہی غور کرتے کہ **رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر** وہ جہاد اکبر ہی تو ہے کہ مومن کے قلب کا تعلق اللہ تعالیٰ کی محبت سے یوں بھر جائے کہ پھر جان جیسی متاع عزیز بھی پیش کر دینا اسے مشکل معلوم نہ ہو۔

اچھا اگر آپ سے کوئی سوال کرے کہ ملک میں جو بیشمار دارالعلوم کھلے ہوئے ہیں وہ جہاد کی ترغیب کیوں نہیں دیتے تو آپ کیا جواب دیں گے۔ اس وقت آپ یہی کہیں گے کہ نہیں صاحب جہاد کی مختلف صورتیں جہاد بالقلم ہے جہاد بالنفس ہے جہاد بالمال ہے اور جہاد بالسیف ہے جو شخص خلوص دل سے جس شعبے میں کام کر رہا ہے اگر اللہ کی رضا کے لیے کر رہا ہے تو وہ جہاد ہی تو کر رہا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ عزیز نے صوفیاء کی تاریخ ہی نہیں پڑھی ورنہ یہ کہنے کی غلطی نہ کرتے کہ صوفیا جہاد کی ترغیب کیوں نہیں دیتے۔ ترکی میں امام شامل ہلاکو کے مقابلے میں خواجہ محمد دربند اور مغلوں کے مقابلے میں حضرت مجدد الف ثانی کے حالات تو ابھی کل کی بات ہے۔

(۳) تیسرا سوال ہے حدیث شریف میں آتا ہے **من شغل القرآن الخ** تو پتہ چلتا ہے کہ اذکار کے مقابلے میں قرآن کا پڑھنا افضل ہے یہ ساری غلط فہمی "پتہ چلتا ہے" کی وجہ سے ہے جب پتہ ہی غلط چلتا ہے تو نتیجہ درست کیسے نکلے حدیث قدسی میں کوئی اشکال نہیں۔ پتہ چلنے کا قصور ہے جو ذکر افضل ہے اسی میں حکم ہے کہ **اذکرو اللہ ذکراً کثیراً** اب یہ ذکر کثیر کیسے بنے گا ۲۴ گھنٹوں میں اگر کم از کم ۱۲ گھنٹے قرآن پڑھتا رہے تو ذکر کثیر کا کم سے کم مطالبہ پورا ہوتا ہے تو یہ ممکن ہے یا کوئی کرتا ہے پھر اس کی صورت کیا ہوگی؟

دوسری بات یہ ہے کہ ایک حدیث کو لے کر سارے دفتر حدیث کو درخور اعتنا نہ سمجھنا علمی دیانت کے خلاف ہے۔ ذخیرہ حدیث میں یہ حدیث بھی ہے کہ عن عائشہؓ **کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ فی کل احیانه**۔ اور یہ حدیث باب مخالطہ الجنب میں ہے کیا حالت جنب میں قرآن کی تلاوت ہو سکتی ہے اگر نہیں تو فی کل احیانہ کا کیا مطلب ہو گیا۔ اس سے ذکر قلبی کے علاوہ اور کوئی ذکر نہیں ہو سکتا۔

اچھا یہ دیکھئے کہ یہ اصول مسلمہ ہے کہ غذا کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ مگر کیا آدمی ہر وقت کھاتا ہی رہتا ہے۔ اگر نہیں تو اس کا مطلب کیا ہوا؟ "یہی ناکہ غذا ترک نہ کرے مقررہ وقت پر پابندی سے کھائے۔ لیکن اس پابندی کے باوجود اگر آدمی سانس لینا ایک منٹ کے لیے بند کر دے تو کیا زندہ رہ سکتا ہے معلوم ہوا کہ اصل مدار زندگی سانس لینے پر ہے اس لیے اسے ایک لمحہ کے لیے بھی ترک نہیں کیا سکتا۔ اسی طرح ہر لحظہ ذکر الٰہی پر روح کی زندگی کا مدار ہے جبھی تو حضور اکرمؐ یذکر اللہ فی کل احیانہ امید ہے آپ کے ساتھی اس جواب سے مطمئن ہو جائیں گے۔

آپ کے اپنے دو سوال ہیں اول کہ کسی کے حلقہ ذکر میں بیٹھ سکتا ہوں اس کا جواب یوں سمجھئے کہ

فرض کیا آپ کسی ہومیو پیتھک ڈاکٹر کے زیر علاج ہیں لیکن ایلوپیتھی کی دوائیاں دی جا رہی ہیں اور وہ ہیں بھی اسی مرض کی مگر کیا آپ کھانے کو تیار ہو جائیں گے؟

دوسرا سوال کہ پاس انفاس کے سوا اللہ اللہ کا ذکر کرا سکتا ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو زیر علاج نہیں سمجھتے بلکہ ڈاکٹر سمجھتے ہیں اور اپنی طرف سے نسخے تجویز کرنے شروع کر دیئے ہیں اگر آپ واقعی ڈاکٹر ہیں تو بے شک کیجئے اور اگر آپ زیر علاج ہیں تو بس اسی پر اکتفا کیجئے کہ مجھے اس دوائی سے فائدہ ہوا تم بھی آزما لو۔

والسلام

عبدالرزاق

عارفہ بیٹی سدا سکھی رہو۔

سلام مسنون! تمہارا خط ملا۔ اس میں دو مسائل کا ذکر ہے ایک مسئلہ کا جواب تم نے مجھے بتایا ہے دوسرے کا جواب مجھ سے پوچھا ہے پہلا مسئلہ یہ کہ سائنس نے تین سانس میں پانی پینے کی توضیح کر دی لیکن بیٹھ کر پانی پینے کی توضیح کیا ہے؟۔

یہ توضیح نہیں توجیہہ ہے پھر اس بیان سے یہ معلوم ہوا کہ محسن انسانیت نے جو تین سانس میں پانی پینے کو پسند فرمایا ہے یہ اس لیے درست ہے کہ بار بار آکسیجن اندر جاتی ہے اور یہ بات سائنس نے بتائی اس لیے اس پر عمل کرنا مفید ہے۔

ایک مسلمان کے لیے یہ بیان کوئی وقعت نہیں رکھتا کیونکہ اسلام سب سے پہلے ایمان کا مطالبہ کرتا ہے اور ایمان یہ ہے کہ دل سے اس بات پر یقین ہو کہ جو محسن انسانیت محبوب کائنات کا ارشاد یا آپ کی پسند ہے وہی درست ہے خواہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ یہ جو کچھ تم نے لکھا ہے یہ محبوب کائنات پر ایمان نہیں سائنس پر ایمان ہے اگر اس لیے اس پر عمل کیا جائے کہ سائنس نے توضیح کی ہے تو حاصل یہ ہو گا کہ ایک لمحہ کے لیے آکسیجن پھیپھڑے میں جائے گی اور کاربن ڈائی آکسائیڈ بن کر خارج ہو جائے گی اور بس اگر اس پر اس لئے عمل کیا کہ یہ محبوب کی پسند ہے تو حاصل یہ ہوگا کہ آکسیجن تو جھونگے میں مل جائے گی اصل جو ملے گا وہ یہ کہ مرکے جی اٹھنے کے بعد جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں مکان کی الاٹمنٹ سے پہلے رب العالمین کی عدالت میں اس دنیا کی فرد عملی پیش ہو گی جب یہ تحریر سامنے آئے گی کہ اس آدمی نے یہ عمل اس لئے کیا کہ یہ محبوب کی پسند ہے اور محبوب وہاں پاس موجود ہوں گے وہ کہہ دیں گے کہ میرے رب یہ تو میرا چاہنے والا ہے تو رب العالمین فرمائے گا کہ میرے حبیب یہ تیرا چاہنے والا ہے؟ ہاں تو فرشتو اس کو لے جاؤ اور محبوب کے محل کے پاس جو فلاں نمبر بنگلہ ہے یہ اس کے حوالے کر دو تاکہ جب چاہے محبوب کی زیارت اس کا دیدار اور اس کی مجلس کر سکے کیونکہ یہ تو دنیا میں کہتا تھا۔

ایں قالب فرسودہ گراز کوے تو دور است
القاب علیٰ بابک لیلا انہارا

اور یہ تو ان لوگوں میں سے ہے جو اس آرزو میں جیتے تھے کہ

اور عشرت کی تمنا کیا کریں
سامنے تو ہو تجھے دیکھا کریں

اب بتاؤ کون نفع میں رہا اور کیا عقلمندی یہ ہے کہ آدمی سائنسی توضیح کے انتظار میں رہے یا اس کھوج میں رہے کہ محبوب کی پسند کیا ہے اس کا جواب خود بھی سوچو اوروں سے بھی پوچھو یہاں یہ بات سمجھو کہ اسلام اور سائنس کا آپس میں تعلق ضرور ہے مگر اس تعلق کی نوعیت سمجھ لینا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلام کا کام بیان حقیقت ہے اور سائنس کا کام تلاش حقیقت ہے مگر یہ اپنی ساری کوشش کے باوجود حقیقت تک پہنچ نہیں سکتی ہاں حقیقت کے صرف اتنے حصے تک پہنچتی ہے جس کا تعلق پیدا ہونے سے مرنے تک ہے اور اسلام جو حقیقت بیان کرتا ہے اس کا تعلق پوری زندگی سے ہوتا ہے جس کے دو حصے ہیں ایک مختصر سا حصہ جو پیدا ہونے سے مرنے تک ہے دوسرا طویل حصہ جو مر کے جی اٹھنے کے بعد کبھی نہ مرنے تک ہے اور ان دونوں حصوں کا آپس میں تعلق ہے کہ پہلا حصہ ذریعہ ہے اور دوسرا حصہ مقصد اب تم اپنی عقل سے اور ساتھیوں کی عقل سے فیصلہ لو کہ ذریعہ زیادہ اہم ہوتا ہے یا مقصد؟ تو جو مقصد کو چھوئے بھی نہیں وہ زیادہ قابل اعتماد ہے یا جو مقصد تک پہنچا کے چھوڑے وہ زیادہ قابل اعتماد اور قابل تقلید ہے اس حقیقت کو سمجھ لینے سے اسلام اور سائنس دونوں کا مقام سمجھ میں آ جائے گا اب رہا دوسرا سوال عام طور پر بیٹھ کر پانی پینے اور زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پینے کی توجیہہ تو پہلی بات یہ سمجھ لو کہ اسلام از اول تا آخر محبت ہی محبت ہے اور محبت بھی محبوب کائنات' محسن انسانیت کی اور سائنس کے سارے نصاب میں محبت کا باب ہی نہیں ملتا اور محبت کی ڈکشنری میں کیوں کا لفظ ہی موجود نہیں اس لیے سائنس جہاں آ کر کیوں کا سوال کرتا ہے اسلام اس کا صرف ایک جواب دیتا ہے کہ یہ محبوب کی پسند ہے ذرا اس اجمال کی تفصیل پر غور کرو۔

اللہ کریم نے حکم دیا **وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔** محبوب نے حج کرنے کا سلیقہ سکھایا۔

(۱) جب ایک خاص مقام پر پہنچو تو اپنا لباس بدل لو نیا لباس صرف دو ان سلی چادریں ہوں بتاؤ سائنس اس کی کیا توجیہہ کرے گی یہی کہ کھلی چادروں میں آکسیجن زیادہ داخل ہو گی۔

(۲) جب مکہ پہنچو تو ایک کمرے کے گرد سات چکر لگاؤ ہر چکر ایک کونے سے شروع کر جہاں ایک خاص پتھر لگا ہے اس پتھر کو چومو اور ہر چکر اس کو بوسہ دیے کر شروع کرو اور اگر اتنی بھیڑ ہو کہ تم اس تک نہ پہنچ سکو تو جب اس کے سامنے آؤ دونوں ہاتھ اٹھا کر ہتھیلیوں کے رخ اس پتھر کی طرف کرو اور اپنے ہاتھوں کو چوم لو بتاؤ سائنس اس کی کیا توضیح کرے کیا اس پتھر کو چومنا لپ سٹک کا کام دیتا ہے یا ہونٹ اس سے کیلیم Suck کر لیتے ہیں مگر محبت نے اس کی توضیح کر دی وہ یوں کہ عمر فاروق وہ جن کو محبوب نے اپنے رب سے مانگ کر لیا تھا۔ محبوب کے بعد جب طوائف کعبہ کرنے لگے تو اس پتھر کے سامنے آ کر کچھ کہا جس کا ترجمہ اردو کے ایک شعر میں کیا گیا۔

تیرے بوسے کو ہم دیتے ہیں بوسہ سنگ اسود پر
وگرنہ کام کیا تھا ہم مسلمانوں کا پتھر سے

(۳) محبوب نے حکم دیا کہ یہ دو اونچی ڈھیریاں ہیں ان کے درمیان سات چکر لگاؤ راستہ میں سنگ مرمر کا

فرش ہے کوئی ۱۰۰ گز جگہ دو سبز نشانوں کے درمیان دوڑ کر عبور کرو ہاں تو یہاں ایک چشمہ ہے وہاں جا کر کھڑے ہو کے خوب سیر ہو کر پانی پیو۔

بتائیے سائنس اس کی کیا توضیح کرے گی مگر محبت نے توجیہہ کر دی اب سے کوئی ۴ ہزار برس پہلے یہاں اللہ کے خلیل ابراہیمؑ نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں اس ویران جگہ پر اپنی بیوی اور معصوم بچے کو اکیلا چھوڑ دیا اور خود چلے گئے بیوی نے پوچھا ہمیں کس کے حوالے کر کے جا رہے ہو جواب دیا اللہ کے حوالے بیوی نے کہا پھر بے شک چلے جاؤ ہمیں کوئی فکر نہیں۔ ایک عورت ذات اور اللہ پر اتنا اعتماد خیر تو ایک پہاڑی جس کا نام صفا ہے۔

(۶) بیٹھے تھے بچے کو پیاس لگی ماں پانی کی تلاش میں چلی گہری وادی تھی سامنے دوسری پہاڑی تھی مروہ جا رہی تھی مڑ مڑ کے بچے کو دیکھتی جاتی تھی اتنے میں وادی اتنی گہری تھی کہ بچہ نظر نہ آیا دوڑ پڑی۔ اس طرح سات چکر لگائے۔ اللہ کریم کو اس کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ محبوب کے ذریعے حکم دیا کہ اب جو یہاں حج کو آئے یہاں اسی انداز سے سات چکر لگائے اور پھر اس چشمے کا پانی اسی انداز سے پئے جس انداز سے اس اللہ کی بندی نے پانی پیا تھا۔ وہ چشمہ جو معصوم بچے کی ایڑیاں رگڑنے کی بورنگ سے ابل پڑا۔ جس کا پانی آج تک ختم نہیں ہوا۔

اب یہاں نہ پہاڑ ہے نہ کوئی وادی ہے مگر حکم ہے کہ سات چکر یہاں لگاؤ اب بات سمجھے کہ اسلام کے احکام کی توضیح کیا ہے۔ یہ سراسر محبت ہے اور محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کی ہر ادا اپنائی جائے مگر سائنس کو محبت کی حقیقت سمجھ میں آ نہیں سکتی اس کے لیے ایک ہی طریقہ ہے کہ۔۔

محبت کو سمجھنا ہے تو ناصح خود محبت کر
کہ ساحل سے کبھی اندازۂ طوفاں نہیں ہوتا

سرکاری زبان میں اس کو یوں کہتے ہیں۔

It can only be experienced it cannot be expressed.

میرا خیال ہے اب تمہیں اسلام کے کسی حکم کی توضیح کی ضرورت نہ پڑے گی ہر حکم کی توضیح یہ ہے کہ یہ محبوب کو پسند ہے اس لیے کرنا ہے اور یہ محبوب کو پسند نہیں اس لیے نہیں کرنا ہے اور بس اس حقیقت کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے **وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ و رسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم الخ** کہ جب اللہ و رسول کسی امر میں کوئی فیصلہ دے دیں تو کسی مومن مرد یا عورت کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ اپنے اختیار کو درمیان میں لائے۔ (کہ یہ کروں یہ نہ کروں)۔

میں تمہیں اپنا ایک واقعہ سناتا ہوں میں گلگت سے آ رہا تھا۔ سڑک دور تک دریا کے کنارے کنارے چلتی ہے ایک مقام پر ایک فوجی سپاہی کھڑا تھا اس نے ہاتھ دیا میں نے کار رکوائی اور اسے پاس بٹھا لیا۔ پوچھا یہ کیا ہے کہنے لگا پانی کی چھاگل ہے پوچھا کس لئے۔ کہا وہ سامنے ہماری کمپنی دریا کے کنارے سڑک درست کر رہی ہے ان کے لیے فلاں چشمے سے لایا ہوں۔

(۸) پوچھا دریا میں ہی تو کام کر رہے ہیں دریا کا ٹھنڈا اور شفاف پانی کیوں نہیں پیتے کیا "آرڈر

نہیں"۔

مجھے تو اس جواب پر وجد آگیا کیوں نہیں پیتے؟ "آڈر نہیں"۔ کوئی سائنس کی توضیح کوئی عقلی توجیہہ کچھ نہیں بس آڈر نہیں۔ فوج کی زبان میں اس کو شاید ڈسپلن کہتے ہیں اور حکم ہے۔

There is not to reason why
There is but to do and die.

مگر اسلام کی زبان میں اسکو ایمان کہتے ہیں فوج کہتی ہے افسر کا حکم ہے اسلام کہتا ہے محبوب کی پسند ہے۔ سپاہی حکم مانتا ہے کہ تنخواہ لینی ہے اور مسلمان محبوب کی پسند اپناتا ہے کہ محبوب کی رضا چاہیے۔ مگر یہ بات کون سمجھے کیونکہ۔

نہیں کچھ اس کی پرسش الفت اللہ کتنی ہے
یہی سب پوچھتے ہیں آپ کی تنخواہ کتنی ہے

بات ختم کرتا ہوں اس جھمیلے میں نہ پڑو کہ اسلام کے فلاں حکم کی سائنسی توضیح کیا ہے۔ بس حکم کی توضیح یہی ہے کہ یہ محبوب کی پسند ہے اور یہ محبوب کی پسند نہیں ہے۔

(۹) عزیز فضل الرحمان کی زبان معلوم ہوا ہے کہ صغیرہ بیٹی بھی تمہارے ساتھ ہے۔ یہ بڑی اچھی بات ہوئی یہ خط خود پڑھو۔ صغیرہ کو پڑھاؤ غور کرو پھر خط مجھے لکھو کہ یہ خط پڑھ کر تم نے کیا کھویا کیا پایا۔

ہاں ایک بات رہ گئی کہ بیٹھ کر پانی کیوں پئیں واقعی ہمیں پینا چاہیے کیونکہ سارے ڈنگر ڈھور کتے بلے چرند درند کھڑے ہو کر پیتے ہیں اور انسان بھی ایک حیوان ہی تو ہے تو کیوں نہ کھڑے ہو کر پیے۔ سمجھے کچھ؟ کھڑے ہو کر کھانا پینا بلکہ ہگنا موترنا حیوانوں کا کام ہے اور محبوب نے آدم کی اولاد کو انسان بننا سکھایا ہے جس کی بسم اللہ اس سے ہوتی ہے کہ ظاہری رویہ تو انسانوں جیسا ہو حیوانوں سے مختلف ہو۔ مگر یہ بات سمجھ میں اس لیے نہیں آتی کہ یہ سارے کام کھڑے ہو کر نامہذب ہونے کی علامت ہے تو انسان غیر مہذب کیوں بنے۔

والسلام

بابائے عارفہ

(پروفیسر حافظ عبدالرزاق)

ضرورت درزی

سکول یونیفارم کی سلائی کے لیے ہمہ وقت درزی درکار ہے۔ کام مستقل یا ٹھیکہ کی بنیاد پر ہو سکتا ہے سلسلہ کا ساتھی قابل ترجیح ہو گا۔

پرنسپل صقارہ اکیڈمی۔ دارالعرفان (سب آفس نور پور) ضلع چکوال

ازبکستان کا تاریخی پس منظر

کرنل ریٹائرڈ
عبدالقیوم امیر الاخوان

۱۔ پروردگار عالم نے چند مخصوص جگہوں کا انتخاب فرمایا پھر وہاں ایسے لوگوں کو پیدا فرمایا جنہوں نے جہاں بانی اور انسانیت کی نگہبانی کے فرائض انجام دینے تھے۔ ایسے ہی خطوں میں سے ایک خطہ وسط ایشیا کے نام سے معروف ہے یہ خطہ انسانی ارتقا میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کی حکمت کاملہ کا نومنہ ہی تو ہے کہ جب سے انسانی تمدن اور تہذیب کا کوئی ریکارڈ موجود ہے تب سے یہاں سے ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا۔ زمانہ قدیم میں یہاں سے لوگوں نے مغرب کی طرف ہجرت کی اور اور وہ تاریخ میں Anglo Saxon Germanic لوگ کہلائے اسی رٹ کو لے کر ہٹلر اپنی نسلی برتری کے بل بوتے پر جرمنی میں عروج کو پہنچا اور دنیا کو دوسری جنگ عظیم اور اس کے اثرات کی لپیٹ میں لے لیا اسی طرح جو لوگ جنوب کی طرف ہجرت کر کے ہندوستان پہنچے انہوں نے اپنی شناخت کو اتنا اونچا کر دیا کہ ہندوستان میں کاسٹ سسٹم کی داغ بیل ڈالی اور خود برہمن کی کرسی پر چڑھ بیٹھے اور باقی تمام مخلوق کو اپنی حاجت روائی میں تقسیم کر دیا جس کے اثرات آج بھی برسر پیکار ہیں۔

۲۔ زمانہ کروٹیں بدلتا رہا اور اس خطہ سے عظیم انسان ابھرتے رہے اور اپنے دور پر مضبوط نقوش چھوڑتے رہے جب اللہ تعالیٰ نے نبی رحمتؐ کو مبعوث فرمایا اور دین حق کو کفر پر غالب کیا تو معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے کچھ اس قوم کی تربیت کے لیے یہاں تشریف لائے جن کی برکات سے یہ خطہ بشرف اسلام ہوا اور یہاں سے وہ شمع روشن ہوئی جس کا نور آج بھی اپنی ضوفشانیاں بکھیر رہا ہے اس خطہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص توجہ بخشی تو نبی رحمتؐ کے پروانوں نے اس چمن کو تابناک بنا دیا ان میں حضرت امام بخاریؒ و امام ترمذیؒ حضرت خواجہ بہاؤ الحقؒ نقشبند و حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ وغیرہ جیسے اولیاء اللہ کے ان مٹ نقوش موجود ہیں اور کفر کی صد سالہ عیاریوں کے باوجود ان بزرگان کی کاوشوں اور محنتوں سے اسلام کی روحانی زندگی میں ابھی کچھ جان باقی ہے جس کو انشاء اللہ مزید جلا ملے گی اور یہ قافلہ پھر رواں دواں ہو گا۔

برطانیہ انیسویں صدی میں جنوبی اور وسطی ہندوستان میں اپنا تسلط مضبوط کر کے نارتھ انڈیا کی طرف بڑھ رہا تھا اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنا

اثر و رسوخ وسط ایشیا کی ریاستوں تک بڑھانا شروع کر دیا روسی حکومت بھی پیچھے رہنے والی نہ تھی چنانچہ انہوں نے بھی ادھر پیش قدمی شروع کی اور اس وقت کی یہ دو سپر پاور ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کے لیے بیتاب ہو گئیں اور اس بے تابی نے وسط ایشیا کی ریاستوں میں خوف و ہراس پیدا کر دیا جس نے مختلف ریشہ دوانیوں کو جنم دیا اور سازشوں کا جال پھیلا دیا اور روس نے جنوب کی جانب بڑھنا شروع کر دیا آج بھی جب تقریباً صد سالہ دور حکومت کے بعد اس خطہ پر نظر ڈالیں تو محسوس ہوتا ہے کہ کمیونزیم بھی اپنی پوری طاقت جور و جبر کے باوجود وہ نہ کر سکا جو اس کی اولین ترجیحات میں تھا۔

روسی خواب اور دو سلطنوں کی پیش رفت

۳۔ روس عرصہ دراز سے اس خطہ پر حریص آنکھیں گاڑے اپنا خفیہ تانا بانا بن رہا تھا اور بالآخر آج سے ۱۰۰ سال قبل اپنے خریدے ہوئے حلیفوں کی مدد سے اس پر قابض ہو گیا بلکہ ان کی نشاندہی پر ان تمام اسلامی معاشرت کی قدروں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی مہم شروع کر دی اسلام ہی تو وہ طاقت تھی جس نے اس خطہ کو سرفراز کیا اور تمام ملحقہ ممالک کو اسلام کی دینی اور دنیوی اور اخروی کامیابی سے روشناس کرایا بلکہ تہذیب تمدن صنعت و حرفت علوم و فنون کا گہوارہ بن کر ابھرا جبکہ موجودہ دور کے علم بردار تاریکی میں بھٹک رہے تھے انہی لوگوں کے توسط سے علم و فن اور جو تہذیب آج زمانہ دیکھ رہا ہے ہم تک پہنچی ہے۔

۴۔ روس جغرافیائی اور سیاسی طور پر ایک عظیم ملک تھا لیکن آب و ہوا کے اعتبار سے اتنا خوش قسمت نہ تھا۔ اس کے پاس جو بندرگاہیں موجود تھیں وہ بیشتر وقت منجمند رہتی تھیں، چنانچہ اس کی نظر بلوچستان اور سندھ پر تھی جو کہ اس کمی کو پورا کر سکتے تھے حکومت برطانیہ اس سے اچھی طرح باخبر تھی اور انہوں بھی اپنی حکمت عملی یوں بنائے رکھی کہ روس ہندوکش کے پار نہ آ سکا اور ان دونوں حکومتوں نے افغانستان کو بفر (Buffer) سٹیٹ کا درجہ دے کر تصادم کو روکا یا یوں کہئے کہ اپنے اپنے مفاد کو دوام بخشا۔

ہندوستان کی تقسیم

۵۔ ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کی تقسیم سے پاکستان وجود میں آیا تو اس علاقہ کا بیلنس آف پاور کچھ خراب ہوا۔ ہندوستان پاکستان باہمی تنازعات میں الجھ گئے اور بڑی طاقتیں اپنے حلیف بنانے میں لگ گئیں اور دائرہ اختیار کی دوڑ شروع ہو گئی پاکستان کی نوزائدہ مملکت کئی طوفانوں میں گھر گئی اسی اثنا ہندوستان نے امریکہ اور روس سے اپنے تعلقات استوار کر کے اور اپنے سائیز کے باعث یورپ اور ایشیا میں ایک منفرد مقام پا لیا ہندوستان پاکستان کو نیچا دکھانے میں کسی قدر کامیاب ہو گیا۔ ادھر روس نے اپنے پرانے عزائم کی تکمیل کے لیے افغانستان کی حکومت پر ڈورے ڈالنے شروع کئے اور پس پشت صاحب اقتدار میں سے کچھ لوگوں کو خریدنا شروع کیا جن میں کچھ پاکستان کی معروف شخصیات بھی شامل ہیں ساتھ ہی افغانستان

میں سڑکوں کا جال بچھانا شروع کر دیا جو بوقت ضرورت فوجی نقل و حرکت کے کام آ سکے۔ ہم اس سے غافل تو نہ ہوں گے البتہ بے نیاز ضرور رہے۔

۶۔ بالاخر وہ وقت آ گیا جس کا روس کو صدیوں سے انتظار تھا ۱۹۷۹ء میں روس نے افغانستان پر لشکر کشی کر دی۔ دنیا محو تماشہ بنی رہی پاکستان کی حکومت نے جرات مندی کا مظاہرہ کیا اور افغان مہاجرین کو پناہ دی جنہوں نے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مزاحمت شروع کر دی آہستہ آہستہ مزاحمت اور روسی پیش رفت میں شدت آتی گئی اور پھر روس نے سب کچھ داؤ پر لگا دیا پاکستان پر بے پناہ دباؤ ڈالا گیا لیکن جنرل ضیاء الحق مرحوم اپنے موقف پر ڈٹ گئے پہلے چار سال افغان قوم اور پاکستان حکومت کے لیے بڑے صبر آزما تھے چند سالوں کے بعد دنیا کو یقین ہو گیا کہ روس افغانستان قوم کو سرنگوں نہ کر سکا اور نہ پاکستان کے عزم کو ہلا سکا تو کچھ لوگ آگے بڑھے اور فوجی اور مالی امداد کی راہیں کھولیں۔ نتیجہ دنیا دیکھ چکی ہے روس ہارا پیٹا منہ چھپائے تلاش عافیت میں سرمار رہا ہے سارے خواب ٹوٹ پھوٹ گئے ہیں وہ ریاستیں بھی آزاد ہو گئیں جنہوں نے کبھی روس سے آزادی کا خواب بھی نہ دیکھا تھا انہی میں سے ازبکستان بھی وسط ایشیا کی ایک عظیم ریاست ہے جس کو آزادی روس کی افغانستان میں شکست کے باعث ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے روس جیسی سپر طاقت کا پول کھول کر دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔

دورہ ازبکستان

۷۔ روس سے آزادی ملنے کے بعد وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں نے قدرتی طور پر اپنے پرانے اطوار پہ نگاہ ڈالی تو انہیں وہی مسلم ممالک نظر آئے جو صدیوں سے ان کے ساتھ ان گنت مشترکہ قدروں میں بندھے ہوئے تھے۔ چنانچہ ہمیں بھی شیخ المکرم کا حکم ملا کہ اس نو خیز ملک کا دورہ کر کے حالات سے آگاہی حاصل کی جائے۔

۸۔ اس مقصد کے لیے مندرجہ ذیل اشخاص پر مشتمل ایک مشن ترتیب دیا گیا۔

۱۔ جناب مقبول احمد شاہ صاحب مجاز۔ ممبر۔
۲۔ جناب جلال احمد صاحب۔ ممبر۔
۳۔ جناب خالد سلطان صاحب۔ سیکرٹری۔
۴۔ راقم بطور امیر مشن۔

۹۔ مشن کی روانگی سے قبل کافی لوگوں سے ملاقات ہوئی جو تاشقند کا سفر کر چکے تھے۔ ان میں بیشتر وہ لوگ تھے جو سیرو تفریح کے لیے گئے تھے۔ یا کوئی کاروبار سیٹ کرنا چاہتے تھے ایک دو ایسے احباب بھی ملے جو سرکاری سطح پر گئے اور حکومت ازبکستان کے مہمان تھے ان کا دورہ ایک کنڈکٹڈ ٹور (Conducted Tour) تھا۔ ان سب حضرات کے تاثرات اس قدر مختلف اور منتشر تھے کہ ان سے کچھ خاص فائدہ نہ ہوا بلکہ ایک Confusion محسوس ہوا کہ اس معاملہ کو کیسے جانچا جائے وہی اخبارات والا تاثر کہ اسلام ازبکستان میں پاکستان سے زیادہ مضبوط جڑیں رکھتا ہے اگر یہ مشاہدہ درست ہے تو پھر ان کو ہماری چنداں ضرورت نہ ہو گی بلکہ ہمیں درخواست کرنی ہو گی کہ ہمیں وہ ترکیب سکھائیں جس کے تحت

انہوں نے تقریباً ایک صدی ایک مضبوط اسلام دشمن حکومت کے نیچے اپنی اسلامی تشخص کو برقرار رکھا اور ہم جو دن رات اسلام کا نام لیتے نہیں تھکتے اپنے اوپر اسلام نافذ نہیں کر سکے بلکہ ہر حکومت نے سر توڑ کوشش کی ہے کہ شریعت مطہرہ پنپ نہ سکے اور عوام الناس قائل ہو جائیں کہ اسلام دور حاضر میں نافذ العمل نہیں۔ اس کشمکش میں اللہ تعالیٰ سے اپنی کم مائیگی پر دعا مانگی اور اس کی نصرت کے بھروسہ ۲۲ اگست ۹۲ء کراچی سے سفر کا آغاز کیا سارا دن ائیر پورٹ پر گذارا فلائیٹ لیٹ ہوتی رہی تا آنکہ مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا اور جہاز تقریباً شام ۷ بج کر ۴۰ منٹ تاشقند کے لیے روانہ ہوا ٹھیک ۱۱ بجے رات تاشقند اترے امیگریشن اور کسٹم کے بحران کے علاوہ زبان کا شدید مسئلہ کھڑا ہو گیا امیگریشن فارم روسی زبان میں تھے اور ائیر پورٹ پر کوئی مدد گار نہ تھا۔ دو تین گھنٹے اسی کسمپرسی میں گذرے پھر آہستہ آہستہ ہم لوگوں نے دیکھا دیکھی فارم بھرے اور خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے صبح پونے چار بجے ائیر پورٹ سے باہر نکلے باہر نکلتے ہی اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کے لیے ایک مترجم عطا فرما دیا جو سارے سفر میں ہمارے معاون و مدد گار رہا۔

۱۰۔ ذہن بار بار خلش محسوس کرتا اور دل میں یہ سوال ابھرتے کہ۔

۱۔ روسیوں نے اپنے اولین دور میں ان مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہو گا۔

۲۔ کیا کوئی مزاحمت ہوئی ہو گی اور اگر مزاحمت ہوئی تو روسیوں نے اسے کیسے کچلا ہو گا۔

۳۔ کیا کوئی اسلامی قدر باقی رہ گئی ہو گی جس پر نئی عمارت تعمیر کی جا سکے۔

۴۔ آج کی حکومت کیا پرانی حکومتوں سے کچھ مختلف ہے۔

۵۔ عوام الناس کی اپنے بارے میں کیا سوچ ہے۔ کیا وہ موجود نظام سے مطمئن ہیں یا اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے داعی ہیں۔

۶۔ کیا ہم لوگ ان کی کوئی مدد کر سکتے ہیں جو ان کی سوچ کو تقویت دے اور وہ اپنے احوال کی اسلامی اطوار پر اصلاح کر سکیں۔

۷۔ کیا ایسا ہونے پر حکومت وقت عوام الناس کو اپنے عتاب کا نشانہ تو نہیں بنائے گی اگر ایسا ہوا تو کیا یہ سیٹ بیک تو نہ ہو گا۔

۸۔ اشتراکی نظام کی تبدیلی کی کوئی کرن موجود بھی ہے یا ہم خوش فہمی میں مبتلا ہیں اور اگر ہے تو حکومت وقت کہاں تک سنجیدہ ہے۔

۹۔ اگر حکومت وقت سنجیدہ نہیں تو عوام الناس حکومت پر کیسے دباؤ ڈال سکتے ہیں اور اس پر تقریباً" کتنا وقت لگے گا۔

۱۰۔ کیا حکومت وقت نج کاری کی پالیسی کو اپنانا چاہتی ہے اور اس کو کتنا وقت لگے گا۔

۱۱۔ کیا لوگوں میں کوئی بیداری پیدا ہوئی ہے اور کیا حکومت اس بیداری سے خائف تو نہیں۔

۱۲۔ کیا حکومت وقت اپنے آقاؤں کے اشاروں پر گامزن ہے یا اس کی اپنی کوئی سوچ بھی ہے۔

۱۳۔ روس کا بلاواسطہ اور بالواسطہ کتنا اثر باقی ہے۔

۱۴۔ حکومت کے انتظامی ڈھانچہ میں روس کا کتنا

عمل دخل موجود ہے۔

۱۵۔ عوام الناس کے ذہنوں پر روس کی گرفت کی کیا کیفیت ہے۔

۱۱۔ ۲۳ اگست ۹۲ صبح ۱۰ بجے تیار ہو کر ہوٹل میں ناشتہ کے لیے گئے تو پتہ چلا کہ ناشتہ ۱۰ بجے ختم ہو جاتا ہے نیچے لابی میں آئے تو مترجم اسماعیل ترمذی موجود تھا اس سے درخواست کی کہ ہمیں وہ تاشقند کی جامع مسجد میں لے چلے چنانچہ تقریباً ۱۲ بجے بعد دوپہر مسجد تختہ پائی پہنچے امام صاحب سے ملاقات ہوئی انہیں اپنے آنے کا مقصد بتایا اور ذکر کی دعوت دی اور خواہش ظاہر کی کہ ظہر کی نماز کے بعد خطاب ہو۔ انہوں نے ظہر کی نماز کے بعد لوگوں سے مختصر تعارف کرایا اور خطاب کی دعوت دی مقبول احمد شاہ صاحب نے خطاب کیا اور لوگوں کو ذکر کی دعوت دی راقم نے ذکر کرنے کا طریقہ بطور نمونہ پیش کیا کچھ دیر سوال و جواب کا سلسلہ چلا پھر ایک مخاطب نے تجویز کیا کہ ہم لوگ نماز عصر کے بعد آئیں اور لوگوں کو بتائیں اس وقت ان کو دوپہر کے کھانے میں دیر ہو جائے گی اور یہ خطاب غیر متوقع ہے چنانچہ مجمع برخاست ہوا ابھی ہم مسجد سے نکلنے والے ہی تھے کہ ایک سعودی نے جو نماز ظہر اور خطاب میں موجود تھا کچھ سوال کرنے کی اجازت چاہی اس کو سمجھانے میں تقریباً" ۱ گھنٹہ صرف ہوا لیکن اس نے ہمارے دلائل کو یکسر نظر انداز کرنے کی قسم کھائی ہوئی تھی کچھ دیر بعد راقم کو یوں محسوس ہوا کہ وہ اپنی حکومت اور وہاں کی چالو اسلام کے علاوہ کسی دوسری چیز کو سننے اور سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتا اور شائید مسجد تختہ پائی کی باگ ڈور اس کے یا اس کے ہم خیالوں کے ہاتھ میں ہے لہٰذا یہ سلسلہ منقطع کرنا پڑا۔ اس سے فارغ ہوئے تو امام صاحب ہماری انتظار میں تھے اور انہوں نے کھانے کی دعوت دی امام صاحب نے بڑا پر تکلف کھانا لگایا ہوا تھا کھانے پر وہ سعودی بھی تھا کھانے سے فارغ ہو کر ہم نے امام صاحب کا شکریہ ادا کیا اور رخصت ہوئے۔

۱۲۔ عصر کے وقت رابطہ کرنے کی کوشش کی تو پتہ چلا امام صاحب موجود نہیں اس صورت میں ہم نے اپنے آپ کو ان پر مسلط کرنا مناسب نہ سمجھا لہٰذا ہوٹل کے سامنے ایک مسجد میں جانے کا فیصلہ کیا وہاں جا کر علم ہوا کہ یہ مسجد اور ملحقہ مدرسہ کو کلتاش جو روایت کے مطابق حضرت عبیداللہ احرار رحمتہ اللہ کی سرپرستی میں قائم ہوا تھا۔ اور روسی قبضہ کے وقت سب سے زیادہ جو روجفا کا نشانہ بنا اس وقت کے مہتمم مدرسہ روس کے ایجنٹ تھے اور چونکہ تقریباً" ۱۰۰۰ طلبا زیر تعلیم تھے اور روس کی حکومت کی سرپرستی کے خلاف تھے۔ اس پاداش میں وہ ٹینکوں کے نیچے روندے گئے اور مدرسہ و مسجد کو گودام میں تبدیل کر دیا گیا اب اللہ کے فضل سے دوبارہ مدرسہ کھل گیا ہے اور مسجد و مدرسہ کی عمارت مرمت کی جا رہی ہے اور بچے اور بچیاں دینی تعلیم کے لیے اسی ٹوٹی پھوٹی مسجد میں سرگرم عمل ہیں ہم نے بھی اپنے تمام معمولات کے لیے اسے مرکز بنا لیا نماز و ذکر کے علاوہ بھی اکثر اوقات ہم نے وہاں گذارے اور وہاں کافی لوگوں سے تبادلہ خیال ہوا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہاں ہی ۹ اصحاب کو سلسلہ عالیہ میں شمولیت کی

سعادت نصیب ہوئی جن میں مہتمم مدرسہ بھی شامل ہیں جو کہ ایک تعلیم یافتہ انجینئر ہیں تعلیم و تدریس کے علاوہ امامت بھی کرتے ہیں اور اس وقت دو مسجدوں میں نماز پڑھا رہے ہیں انہیں سلسلہ عالیہ کا امیر بھی مقرر کر دیا ہے اور باقاعدگی سے ذکر کرانے کی افادیت کا مشورہ اور ترقی منازل اور توجہ شیخ کی رموز سے آگاہ کر دیا ہے اللہ نے چاہا تو یہ نرم و نازک پودا ایک دن تناور درخت بن جائے گا۔

۱۳۔ ۲۶ اگست تقریباً ۱ بجے بعد دوپہر بذریعہ ٹیکسی سمرقند اور بخارا کے لیے روانہ ہوئے تاشقند سے بخارا کا فاصلہ تقریباً ۶۰۰ کلومیٹر ہے سڑک کے دونوں جانب کپاس کی فصل حد نظر تک پھیلی ہوئی تھی تمام علاقہ سرسبز و شاداب معلوم ہوتا ہے روس نے اس علاقہ کو اپنی زرعی ضروریات کے لیے وقف کر رکھا تھا یہاں کے پھل اور سبزیاں وغیرہ نہایت اعلیٰ ہے اور شائید ہی ان کا مقابلہ کیا جا سکے۔

۱۴۔ عصر کے وقت سمرقند پہنچے اور نماز ادا کی اس کے بعد امیر تیمور کا مقبرہ دیکھا جو مغل دور کی تعمیرات جیسا ہے جن کے نمونے پاکستان و ہند میں جگہ جگہ ملتے ہیں فن تعمیر تمام ازبکستان میں ہماری پرانی تاریخی عمارات سے ملتا جلتا ہے۔ اس کے بعد حضرت عبیداللہ احرار رحمتہ اللہ کے روضہ مبارک پر حاضری دی اور چند منٹ مراقبے میں بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوئی اس موضوع پر جناب مقبول احمد شاہ صاحب اپنے مشاہدات و تاثرات کی روشنی میں کچھ فرمائیں گے۔ رات سمرقند ہی میں قیام کیا صبح معمول کیا اور نماز فجر کے بعد بخارا کا رخ کیا راستہ میں امام بخاریؒ کے مزار پر حاضری دی مزار اور ملحقہ مسجد وغیرہ بڑی اچھی حالت میں پائے ظاہر ہوتا تھا کہ روسی دور میں بھی یہ مقبرہ اللہ کے فضل و کرم سے کثیر لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا رہا لہٰذا روسی حکمرانوں نے بھی اس کو عافیت سمجھا اور اس کی مناسب دیکھ بھال کی یہ حاضری سعادت کے علاوہ ایک عظیم عطیہ خداوندی ہے۔

این سعادت بذور بازو نیست
تانہ بخشند خدائے بخشندہ

۱۵۔ ملحقہ مسجد میں چند نوافل ادا کئے اور پھر بخارا کی راہ لی بخارا پہنچ کر حضرت خواجہ بہاؤ الحق نقشبند قدس اللہ سرہ کے مزار پر حاضری دی اور چند منٹ مراقبہ میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کی پھر دعا کی اور حضرت سے اجازت لی اور بخارا شہر کی راہ لی تقریباً ایک گھنٹہ تک بازار میں گھوما پھرا۔ کوئی قابل ذکر چیز دیکھنے میں نہ آئی تقریباً ڈیڑھ بجے ہم نے تاشقند کے لیے واپسی کا سفر شروع کیا راستہ میں صرف نماز کے لیے رکتے رہے۔ ۱۱ بجے شب ہوٹل واپس پہنچ گئے۔

۱۶۔ صبح مسجد میں معمول کیا اور نماز فجر کے بعد اشراق تک وہاں بیٹھے رہے اشراق کے نوافل ادا کئے اور ہوٹل میں واپس آ گئے یہ جمعتہ المبارک تھا اور ہمارا تاشقند میں آخری دن تھا۔ بروز ہفتہ صبح ہماری واپسی تھی جمعہ پڑھنے کے بارے ابھی سوچ ہی رہے تھے ہوٹل سے باہر نکلے تو دیکھا کہ مدرسہ کوکلتاش کے باہر صحن اور سیڑھیوں میں صفیں بچھ رہی ہیں کھلے میدان میں اچھا خاصہ اجتماع ہو گیا۔ پانچ چھ سو لوگوں نے مل کر خطبہ سنا اور نماز جمعہ ادا کی مترجم بھی قدرے حیران تھا کہ اتنی تعداد کیسے جمع ہو گئی۔ یہ محض اللہ کی شان تھی۔ عصر اور مغرب کی نماز کے

وقت پھر لوگوں کو ذکر کی دعوت دی مغرب کی نماز کے بعد کچھ لوگ ذکر میں شامل ہوئے ذکر سے فارغ ہو کر انہیں توجہ شیخ کی اہمیت سے روشناس کیا اور پھر بیعت کے لیے دعوت دی اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل

وکرم سے ۸ اصحاب کو بیعت کی توفیق بخشی۔ یہ ہماری آخری شب تھی اور گمان میں بھی نہ تھا کہ نصرت الٰہی اتنی قریب تھی۔ نماز عشاء ادا کی اور تہجد کے بعد ذکر میں آخری شمولیت پر زور دینے کے بعد ہم ہوٹل کو لوٹے۔ صبح جب تہجد کے لیے مسجد پہنچے تو گزشتہ رات والے تمام اصحاب موجود تھے بلکہ ایک دو آدمی زیادہ تھے ذکر کی محفل قائم ہوئی اور ایک خاص کیفیت سے ذکر ہوا اور بعد میں صاحب مجاز مقبول احمد شاہ صاحب نے طویل دورانیہ کی پر سوز دعا فرمائی جس نے سب کی آنکھیں پرنم کر دیں امید ہے اللہ تعالیٰ ان کی اس گریہ زاری کو قبولیت بخشے گا۔ آمین۔ ذکر کے بعد مزید ایک ساتھی نے بیعت کی سعادت حاصل کی ان تمام حضرات کے کوائف اس رپورٹ کے ساتھ لف ہیں۔

اوائیل روسی قبضہ اور اس کے اثرات

۱۷۔ کیمونزم بھی اہل مغرب و یہود نواز تحریکوں کی ایک برانچ تھی جس کو مسلمانوں کے خلاف کھلی چھٹی تھی۔ انہوں نے اپنے قبضہ کے بعد مسلمانوں کی مکمل بیخ کنی کے لیے مندرجہ ذیل عمل شروع کیا۔

۱۔ دینی مدارس اور تمام وقف جائیدادوں پر قبضہ کر لیا جو اشاعت و ترویج اسلام کا کوئی کام کر رہے تھے۔

۲۔ علماء اور فارغ التحصیل طلباء کو ٹھکانے لگا دیا۔

۳۔ مسجدوں اور مدرسوں کو بند کر دیا۔

۴۔ تمام دیندار لوگوں کو معاشی بدحالی میں مبتلا کیا اور پھر انہیں اپنے دام میں لیا۔

۵۔ روسی زبان کی اشاعت پر اتنا زور دیا کہ کوئی معمولی سے معمولی عہدہ بھی اس کے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بتدریج اس کو لازمی قرار دے دیا۔

۶۔ رائج رسم الخط کو منسوخ کر کے روسی رسم الخط کی داغ بیل ڈالی۔

۷۔ تمام تاریخی اثاثوں کو یکسر منفی اور قدامت پسندی کہہ کر لوگوں کو اپنے قدیم ورثہ سے نابلد کرنے کی مہم شروع کر دی۔

۸۔ سائنسی اور سیکولر تعلیم کو نافذ کیا۔

۹۔ نوجوان طبقہ پر خصوصی توجہ دی اور انہیں بے راہ روی سے روشناس کرایا۔

۱۰۔ جو طبقات حکومت سے خوشدلانہ تعاون نہیں کر رہے تھے ان میں پھوٹ بھی ڈالی اور خفیہ اداروں کا ہدف بنایا اس طرح تمام معاشرہ K.G.B کی زد میں آ گیا حتیٰ کہ خاندانوں میں بھی عدم بھروسہ کا جذبہ پیدا ہو گیا۔

۱۱۔ جو بھی مزاحمت کی تحریک اٹھی اس کے لیے کوئی گوشہ عافیت نہ تھا۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے وہ حکومت وقت نے مٹا دیں ان میں اسماعیل بے کا نام قابل ذکر ہے جس نے لوگوں کو دارالسلام کا تصور دیا اور ترکی دانوں کو ایک ولولہ انگیز قیادت مہیا کی اور ایک پلیٹ فارم پر لانے کے لیے یہ نعرہ دیا

Unity of language thought and action

جمال الدین افغانی اور ان کے بہت سے رفقا جو

استنبول سے فارغ التحصیل تھے انہوں نے بھی بھرپور کوشش کی لیکن بدقسمتی سے اس دور کے علماء جو ایران سے تعلیم حاصل کر کے آئے تھے۔ ان کا ان سے تصادم ناگزیر ہو گیا اس طرح یوں جدید تعلیم یافتہ گروہ معاشرہ میں علماء Anti کے رول میں سامنے آیا اور مسلم معاشرہ کوئی متفقہ لائحہ عمل پیش نہ کر سکا۔

۲۔ چنانچہ تاشقند سوویت ہی کلی اختیارات کی مالک بن گئی اور اس سوویت میں کوئی لوکل آدمی نہ تھا تمام روسی تھے جو برملا اعلان کرتے تھے کہ چونکہ روسی انقلاب صرف روسیوں کی وجہ سے ہوا اس لیے ان کا حق ہے کہ وہ اسے اپنے عروج تک لے جائیں اس طرح اس علاقے میں اقتدار روسیوں کے ہاتھ چلا گیا جو آج بھی موجود ہے۔

موجودہ حالات

۱۸۔ ازبکستان کو آزاد ہوئے آج ایک سال ہو گیا ہے حکومت تو وہی ہے جو روسی دور میں بھی تھی۔ لیکن ذہنی طور پر لوگوں میں نمایاں تبدیلی آچکی ہے۔ انہیں آزاد لوگوں سے ملنے کا موقعہ ملا ہے اور وہ اپنے انداز میں اپنے حالات کا جائزہ لے رہے ہیں چند چیزیں جو اس طرف اشارہ کرتی ہیں۔

۱۔ نج کاری کی لہر نے ازبک لوگوں کو بھی متاثر کیا ہے اور اس کے خواہاں ہیں اور بے تابی سے حکومت کی پالیسی کا انتظار کر رہے ہیں انہیں امید تھی کہ ۴ ستمبر کو یوم آزادی منایا جانے والا تھا حکومت نج کاری کی پالیسی کا اعلان کرے گی۔ واللہ اعلم وہاں کیا ہوا۔

۲۔ حکومت کی گرفت اس قدر مضبوط ہے کہ اس کی زد سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ تمام کاروبار زندگی ان کے رحم و کرم پر ہے کوئی ایسی چیز موجود نہیں جس پر حکومت کا کنٹرول نہ ہو۔ مثلاً روٹی، پھل اور سبزی وغیرہ بھی حکومت کے توسط سے دستیاب ہے۔ حکومت جب چاہے سپلائی روک کر قحط برپا کر سکتی ہے۔

۳۔ ٹرانسپورٹ کا تمام نظام حکومت چلا رہی ہے تمام بسیں ٹیکسی ٹرام اور ریل حکومت کے کارندے چلا رہے ہیں فیول کی ترسیل بھی حکومت کے ہاتھوں ہے۔ کسی وقت حکومت تمام نقل و حرکت کو روک سکتی ہے۔

۴۔ تمام دفتری ہوٹل و نیز بازار میں فروخت کا کام عورتوں کے ہاتھ میں ہے مرد حضرات صرف چوکیداری کر رہے ہیں شائد کھیتی باڑی کا کام مرد کر رہے ہوں خواتین کو معاشی طور پر مردوں کی نسبت کسی سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت زیادہ آزادی دی گئی ہے۔ ان کا لباس اور ذہن مغرب زدہ ہے ان کی یہ آزادی احیاء اسلام کے لیے رکاوٹ بن سکتی ہے۔

۵۔ سڑکوں پر روشنی کا نظام اعلیٰ ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ بجلی بہت سستی ہے سڑکوں کی حالت بھی اچھی ہے تاہم تاشقند سے سمرقند و بخارا کی سڑک کی حالت بتا رہی تھی کہ فوج کی نقل و حرکت کچھ عرصہ قبل بہت زیادہ تھی جو اپنے نشان چھوڑ گئی ہے کئی جگہوں پر ٹوٹ پھوٹ کے آثار اب بھی باقی ہیں ایک دو جگہ سڑک اتنی چوڑی اور بغیر کسی رکاوٹ سے تھی کہ ایسا لگتا تھا کہ یہ مقام خاص طور پر چھوڑے گئے تھے تاکہ ایمرجنسی میں ایسی جگہوں کو Runway کے طور پر استعمال کیا جا سکے مجھے قوی امید ہے کہ جہاد افغانستان

میں یہ جگہیں استعمال ہوئی ہوں گی۔

۶۔ دینی درسگاہوں اور مساجد کو مرمت کیا جا رہا ہے۔ لیکن کام کی رفتار سے تاثر ملتا ہے کہ منتظمین حکومت وقت سے خائف ہیں ان کو حکومت وقت کی صاف اور کھلی وضاحت کی ضرورت ہے تب جا کر ان میں کوئی جذبہ پیدا ہو گا۔ اذان اور با جماعت نماز ہی کو غنیمت سمجھتے ہیں کہ کسی کو یقین نہیں کہ کون نمازی حکومت کا کارندہ ہو ہر ایک دوسرے سے خائف ہے کم از کم راقم نے ایسا ضرور محسوس کیا تاہم یہ بھی ضرور محسوس کیا کہ جہاں کہیں ہم گئے لوگوں نے ہمیں اچھی نظروں سے دیکھا اور اپنی بساط کے مطابق دل کھول کر میزبانی بھی کی۔

۷۔ روسی فوج ازبکستان میں موجود ہے جو کافی حد تک Restraining and stabalizing فیکٹر ہے۔

۸۔ حکومت کی مشینری میں چند Key پوسٹ پر روسی ایکسپرٹ بیٹھے ہیں جن کا ماسکو سے ڈائریکٹ رابطہ ہے ہو سکتا ہے ان کا رابطہ روسی فوج کے کمانڈروں سے بھی ہو۔

۹۔ یہودی بھی اس نوخیز ملک کو اپنی حالت پر نہیں چھوڑیں گے ممکن ہے وہ امریکہ کی Listening Post کے طور پر اس علاقہ میں براجمان رہیں ان کو اضافی فائدہ ہے کہ وہ روسی زبان کے علاوہ اس علاقہ کے پرانے باشندے بھی ہیں۔

۱۰۔ سعودی عرب بھی اپنی سرمقندی و بخاری آبادی کے ذریعہ یہاں پاؤں جمانے میں کوشاں ہے۔

۱۱۔ مغربی یورپ اور امریکہ کے ٹورسٹ بھی اپنے ملکوں کو یہاں کے حالات سے باخبر رکھنے کا کام کر رہے ہیں۔

۱۲۔ ترکی کے لوگ بھی یہاں کے حالات کا جائزہ لینے میں سرگرم عمل ہیں۔

۱۳۔ پاکستان کے چند منچلوں نے اسے اپنے ہتھکنڈوں میں لے لیا ہے یہاں سے شٹل سروس شروع کر دی ہے۔ پاکستان سے ایسے لوگوں کو ساتھ لایا جاتا ہے جن کو یورپ میں بسنے کا شوق ہے اور اس شوق کی قیمت دے سکتے ہیں انہیں تاشقند سے ماسکو بذریعہ ٹرین لے جاتے ہیں۔ وہاں سے ان کو پولینڈ لے جا کر بارڈر سے دھکیل دیا جاتا ہے۔ یہ کاروبار چند افراد کی مالی حالت تو بہتر کر دے گا لیکن کچھ عرصہ بعد ساری قوم اس کا جرمانہ ادا کرے گی۔ جو ایجنسیاں ٹورسٹ لے جا رہی ہیں وہی یہ کاروبار بھی کر رہی ہیں اس کے علاوہ شراب اور عیاشی کے رسیہ نوجوان بھی تاشقند کو اپنا اڈہ بنائے ہوئے ہیں۔

سفارشات

(۱۹) ۱۔ اسلام کو فعال بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس معاشرہ میں جو لوگ آگے بڑھیں ان کی مالی معاونت کی جائے۔ تاحال ان کی معاشی بدحالی ان کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ ان کو کسی کاروبار میں فٹ کرکے زیادہ بااثر بنایا جائے۔

۲۔ ایک دو حضرات کو دارالعرفان بلایا جائے اور ان کی پوری تربیت کی جائے تاکہ جب وہ واپس تاشقند پہنچیں تو زیادہ فعال کردار ادا کر سکیں۔

۳۔ سلسلہ کی جو بنیاد رکھ دی گئی ہے اس کو درست لائین پر چلانے اور ہمہ وقت تربیت کے لیے وقفہ وقفہ کے بعد وزٹ ہوتی رہیں تاکہ رابطہ بھی رہے اور ذکر کی برکات کا دائرہ بھی وسیع ہوتا رہے وفد دو آدمیوں پر مشتمل ہو تاکہ ہر دو ماہ بعد احباب وہاں موجود ہوں۔

۴۔ وہاں اس وقت کاروبار کی فضا بھی چھٹنے کو ہے اور بہت سے لوگ چاہتے ہیں کہ مشترکہ کاروبار کیا جائے سلسلہ سے اگر کوئی اس کار خیر میں حصہ لینا چاہے تو اس کی حوصلہ افزائی کی جائے بشرطیکہ وہ اپنا آدھا وقت جماعت کے کاموں کے لیے صرف کرنے پر آمادہ ہو۔

۵۔ سرحد سے اگر کوئی ساتھی ازبکی زبان جانتا ہو تو اسے ضرور دورہ پر بھیجنا چاہیے اپنے مترجم کی موجودگی زیادہ موثر ہو گی۔

۶۔ جو لٹریچر جماعت وہاں بھیجنا چاہے اسے روسی زبان میں چھپوایا جائے۔ روسی کثرت سے سمجھی اور بولی جاتی ہے اور اگر ممکن ہو تو ازبکی زبان میں شائع کرایا جائے۔

۷۔ کم از کم ایک مسجد تاشقند میں سلسلہ کے فنڈز سے تعمیر کرائی جائے جس پر مکمل کنٹرول سلسلہ کے احباب کے ہاتھ میں ہو۔ اس سے ازبکستان حلقہ ذکر مضبوط بن جائے گا اس وقت یہ کام آسان ہے کسی مسلم علاقہ میں جہاں مسجد کی کمی کا احساس ہو وہاں مسجد تعمیر کی جا سکتی ہے۔

۸۔ پتہ چلا کہ تاشقند میں Islamic Rennaisance Party قائم ہوئی ہے راقم نے پریذیڈنٹ سے رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر ملاقات نہ ہو سکی۔ ان سے رابطہ قائم کر کے معلوم کرنا چاہیے کہ ان کے مقاصد اور حصول مقاصد کا طریقہ کار کیا ہے۔ ممکن ہے ہم ایک دوسرے کے مددگار و معاون بن سکیں۔

اظہار تشکر

۲۰۔ سفر جو محض اللہ کی رضا خوشنودگی اور تعمیل حکم شیخ المکرم مدظلہ العالی اختیار کیا گیا شروع سے آخر تک خیرو برکت سے لبریز رہا انسانی سوچ سے ماورا ہمارے سوچے سمجھے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل و کرم سے تمام انسانی ضروریات سے بے نیاز کر دیا اور تمام امور خود بخود طے ہوتے چلے گئے یہ گذارش محض اظہار تشکر ہے اس میں نہ کسی کی بڑائی مقصود ہے نہ کسی قسم کا دعویٰ البتہ یہ مشاہدہ حق کی دلیل ضرور تصور کیا جا سکتا ہے ہم نے بکنگ تاشقند ہوٹل میں کرائی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں (Charsoue) ہوٹل پہنچا دیا جو مسجد سے صرف ۱۰۰ گز دور تھا اس سات دن کے عرصہ میں کھانا پینا بھی غیبی مدد سے میسر آیا۔ حلال و طیب کے علاوہ ایسے ہی تھا جیسے ہم شاہی مہمان ہیں۔ سمرقند اور بخارا کے لیے ہوٹل بکنگ اور ٹرانسپورٹ کا بندوبست لاہور ہی سے کرا کے چلے تھے۔ یہ بھی الٹ پلٹ ہو گیا اور اللہ نے اپنے خاص فضل سے ہمیں ایک آزاد ٹیکسی عطا فرما دی اور پھر دوران سفر بھی وہ میوے اور نعمتیں عطا فرمائیں جو ہمارے تصور میں نہ تھی۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تمام سفر کے دوران مشائخ عظام کا سایہ ہمہ وقت ہم

پر رہا جس نے زیارات کو سہل آسان و برکات و فیوضات سے لبریز کر دیا اور ہماری تھوڑی سی سعی کو کامیابی بخشی یہ کامیابی ہماری نہیں بلکہ سلسلہ عالیہ کے مشائخ کی محبت و سرپرستی کی مظہر ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس چھوٹی سی کوشش کو قبول فرمائے اور ہمارے مشائخ کے درجات کو بلند کرے اور سلسلہ عالیہ کے فیض کو عام کر دے۔ آمین۔ ثم آمین۔

حرف آخر

آخر میں میں تمام ممبران کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے نہ صرف مکمل تعاون دیا بلکہ اپنی آغوش شفقت میں رکھا اور ہمہ وقت میری مدد فرمائی میں خاص طور پر جناب مقبول احمد شاہ صاحب کا ممنون ہوں جنہوں نے مشن کا زیادہ بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھایا بحث مباحثہ میں حصہ لیا اور پھر ہمیں ذکر بھی کرایا اور خاص توجہ فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کو مزید ترقی و کامرانی عطا فرمائے۔ آمین۔ اسی طرح جناب خالد سلطان صاحب نے تمام انتظامی امور کو بطور احسن ادا کیا اور سارا دورہ بڑی کامیابی سے ہم کنار ہوا اللہ تعالیٰ ان کے منازل و درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ اسی طرح جلال صاحب نے بھی وقتاً فوقتاً اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا جس کے بغیر ہم کافی الجھنوں میں پڑ سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزائے خیر دے امین۔

میں تو ابھی تک محو حیرت ہوں کہ قربان جاؤں اس سلسلہ عالیہ کے کہ مجھ جیسے گناہگار اور عاجز کو اللہ تعالیٰ نے کیا کیا دکھلا دیا۔

سبحان اللہ و الحمد اللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر

لعنت

مراد۔ رحمت الٰہی سے محرومی۔

اثر۔ فہم و نظر میں کجی اور اگر توبہ نصیب نہ ہو تو ایمان سلب ہو جانے کا خطرہ

مدارج۔ آخری درجہ کفر۔ لیکن ابتدا کبائر سے یعنی بڑے بڑے گناہوں سے مثلاً

۱۔ ان عورتوں پر لعنت کی گئی جو مردوں کا لباس پہننا یا شکل بنانا شروع کر دیتی ہیں۔

۲۔ ان مردوں پر بھی لعنت کی گئی جو عورتوں کی طرح نظر آنا چاہتے ہیں۔

۳۔ بھویں چننے والی عورتیں پر۔

۴۔ نظر بد ڈالنے والوں پر۔

۵۔ ایسی عورتوں پر جو لوگوں کی نظروں کی خواہش رکھتی ہوں یعنی بناؤ سنگھار کر کے بے پردہ پھرتی ہوں

۶۔ سود لینے اور دینے والے پر۔

۷۔ قوم لوط کا عمل کرنے والے پر۔

۸۔ زبردستی اقتدار حاصل کرنے شرفا کو رسوا کرنے اور بد کاروں کو عزت دینے والے پر

۹۔ حرام کو حلال جاننے والے پر۔

۱۰۔ محض سفارش یا دوستی کی بنا پر یا اقربا پروری کرتے ہوئے کسی نا اہل کو عہدہ یا منصب دینے والے پر۔ (اسرار التنزیل جلد دوم صفحہ ۴۳-۶۵)

شیخ المکرّم حضرت مولانا محمدّ اکرم مدظلہٗ

کے بیانات کی وِڈیو کیسٹس تیار ہو چکی ہیں

وِڈیو کیسٹ

رمضان المبارک			کیسٹ نمبر
۲۱	۲۲		۱
۲۳	۲۴	۲۵	۲
۲۶	۲۷	۲۸	۳
۲۹	۳۰		۴
تقریب رونمائی غبارِ راہ لاہور			۵
اجتماع لنگر مخدوم			۶

-/۲۵۰ روپے فی کیسٹ مع -/۱۰ روپے ڈاک خرچ، بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر ناظمِ اعلیٰ کے نام بھیج کر منگوا سکتے ہیں،

ناظم اعلیٰ اویسیہ سوسائٹی۔ کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ۔ لاہور

الاخوان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے جاں نثاروں کی جس جماعت کی تشکیل فرما کر کفر کو اسلام میں بدلا اور اللہ تعالیٰ کے نظام کو قائم کیا۔ آج کے اِس دَور میں جاں نثاروں کی یہ تنظیم الاخوان اُن ہی کے نقشِ قدم پر، اُن ہی جذبات کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ جو جاں نثارانِ "الاخوان" اللہ کے اُسی نظام کو، اُس کی سرزمین پر دوبارہ قائم کرنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ عام لوگوں کے لیے یہ ناقابلِ یقین اور حیرت کا باعث ضرور ہے کہ آج کے اِس دَور میں اس طرح کیونکر ممکن ہے؛ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ایسی تحریک وجود میں آچکی ہے۔

معاشرے کے لوگوں کی ذاتی زندگی میں انقلابی تبدیلی اور کُرّۂ ارض پر اسلامی انقلاب کی راہ ہموار کرنے کی یہ تحریک، موجودہ دَور کے ہر سیاسی نظریئے، جماعتوں، سماجی اور معاشرتی اداروں اور مذہبی فرقہ بندیوں سے آزاد ہے۔ زندگی کے ہر شعبے سے وابستہ ہزاروں جاں نثار اس تحریک کو لے کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ اِن جاں نثاروں کی اِسلام سے وابستگی، والہانہ عشق، جذبے کی شدت اور خلوص کو سمجھنے کے لیے آپ دو قدم ساتھ چل کر دیکھئے، اور اپنی قوت، اپنی آواز، اپنی تحریر یا اپنا وقت دیجیے۔ وُہی اللہ، وُہی رسولؐ وُہی اِسلام جو چودہ سو سال پہلے تھا آج بھی ہم سب کا ہے۔ اور یقین رکھیئے کہ اس جاں نثاری کے جو نتائج چودہ سو برس پہلے ظاہر ہوئے تھے وہ نتائج آج بھی پیدا ہوں گے۔ اُسی اسلام کی سربلندی اور غلبے کے لیے اپنا تن من دھن دیجیے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو ؎ اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

یہ آپ کے عزم و ارادہ پر موقوف ہے۔ مگر ساتھ چلیئے ضرور! تاکہ کل کو اللہ کے حضور آپ کہہ سکیں کہ ہاں! اُس کے نظامِ حیات کو اُس کی سرزمین پر قائم کرنے کی جدوجہد میں آپ نے کچھ تو کیا!

امیر تنظیم الاخوان (پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تنظیم الاخوان (پاکستان)

رُکنیت فارم

نام .... ولدیت ....

عمر .... پیشہ ....

پتہ ....

....

کالج / یونیورسٹی کا نام ....

مشغلہ ....

ٹیلیفون نمبر۔ آفس .... گھر ....

مَیں الاخوان کا رُکن بننا چاہتا / چاہتی ہوں۔

عہد مَیں اللہ کی زمین پر اللہ کے نظام کو غالب کرنے کے لیے الاخوان کی تحریک سے مکمل تعاون کروں گا / گی۔

دستخط ....

تاریخ ....